ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

روزنامہ اسلام

بچوں کا اسلام

606 اتوار یکم ربیع الثانی 1435ھ مطابق 2 فروری 2014ء

آندھی ہو یا طوفان

ایک خط اور اس کا جواب

بھکاری کیسے

SALE UP TO 55% OFF

Kidz n Kidz SMART LITTLE FASHION!

KARACHI OUTLETS

- Dolmen Mall (Tariq Road)
- Bahadurabad (Dolmen Arcade)
- Saima Mall & Residency (Gulshan)
- Millennium Mega Mall
- Al-Madni Shopping Mall (Hyderi)
- Saima Paari Mall (Hyderi)

for more further information please contact
03218287487
•Hyderabad 22-2780705 •Lahore 042-36369684
•Rawalpindi 051-5123036 •Gujranwala 055-3843800- 055-384330
www.kidznkidz.com.pk facebook.com/kidznkidz

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کھلایا پلایا

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کھاتے یا پیتے، فرماتے، سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے کھلایا پلایا، اسے حلق سے اتارا اور اس کے نکلنے کی جگہ بنائی۔ (ابوداؤد)

بہت دور

''بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے کمتر ہر گناہ کی، جس کے لیے چاہتا ہے، بخشش کر دیتا ہے اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے، وہ راہِ راست سے بھٹک کر بہت دور جا گرتا ہے۔'' (سورۃ النسا 116)

دو باتیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

بچوں کا اسلام کا شروع سے ایک قاعدہ چلا آرہا ہے... اگر کوئی کہانی نقل شدہ ثابت ہو جاتی ہے تو لکھنے والے کو کم از کم چھ ماہ کے لیے بلیک لسٹ کر دیا جاتا ہے، یعنی ان صاحب یا صاحبہ کی کہانیاں چھ ماہ تک شائع نہیں کی جاتیں... طریقہ اس کا یہ ہے کہ جب اس قسم کا خط موصول ہوتا ہے کہ فلاں کہانی نقل شدہ ہے تو صرف اتنی سی بات پر لکھنے والے کو بلیک لسٹ نہیں کر دیا جاتا، بلکہ خط لکھنے والے سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ ثبوت فراہم کرے، یعنی اس رسالے یا کتاب کے اوراق کی فوٹو کاپی ارسال کرے... جب فوٹو کاپی مل جاتی ہے، تب اس کا مطالعہ کر کے فیصلہ کیا جاتا ہے...

گذشتہ دنوں ایک کہانی شریف مرد کے نام سے چھپی... کہانی پر کہانی لکھنے والے کا نام سید بلال پاشا چھپا... فوراً ہی بلال پاشا صاحب کا فون موصول ہوا کہ یہ کہانی انھوں نے ارسال نہیں کی... میں نے ان سے کہا کہ کوئی بات نہیں، میں اس شمارے کا مسودہ نکال کر چیک کر لیتا ہوں، جب چیک کیا تو کہانی ف ح کراچی صاحب کی نکلی، میں نے فوراً کراچی فون کیا اور جو صاحب شمارہ پیسٹ کرتے ہیں، ان سے کہا کہ یہ کہانی تو ف ح کراچی کے نام سے شمارے میں شامل ہے، اس پر سید بلال پاشا کا نام کیسے لگ گیا... انھوں نے فوراً اپنی غلطی تسلیم کی... یعنی ان سے سید بلال پاشا کا نام غلطی سے لگ گیا تھا... ایسا پیسٹنگ میں پہلے بھی ہو چکا ہے... یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی... آیندہ شمارے میں اس کی وضاحت کر دی جاتی، لیکن اسی وقت فرحت کلثوم انصاری صاحبہ کا پیغام آگیا کہ یہ کہانی تو نقل شدہ ہے اور خواتین کا اسلام کے شمارہ 468 میں چھپن کا پیکٹ ارسہ شاہد کراچی کے نام سے شائع ہو چکی ہے... میں چکرا گیا... کیونکہ ف ح کراچی جیسی شخصیت کو نقل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی، وہ تو دھڑا دھڑ کہانیاں لکھنے والوں میں سے ہیں... لیکن ضابطہ بہر حال ضابطہ ہے... لہٰذا میں نے فرحت کلثوم صاحبہ کو جب یہ بات ایس ایم ایس کی کہ یہ کہانی تو ف ح کراچی نے ارسال کی تھی تو وہ بھی حیرت زدہ رہ گئیں... ادھر ثبوت کے طور پر یار لوگوں نے خواتین کا اسلام میں شائع ہونے والی کہانی کی فوٹو کاپی ارسال کر دی... دونوں کہانیوں کا موازنہ کیا گیا... صاف اور سیدھا نقل کا کیس نظر آیا... لیکن چونکہ سو فیصد امید تھی کہ ف ح ایسا نہیں کر سکتے... لہٰذا صرف اتنی وضاحت بچوں کا اسلام میں کر دی گئی کہ شریف مرد بلال پاشا کی کہانی نہیں ہے... یہ کہانی ف ح کراچی نے ارسال کی تھی، لیکن اس کے سلسلے میں کچھ اور قسم کے خطوط آرہے ہیں، لہٰذا اس کا فیصلہ بعد میں کیا جائے گا... یعنی تحقیقات مکمل ہونے پر پھر ف ح کراچی سے بات کی گئی کہ جناب! یہ کیا معاملہ ہے... انھوں نے اس کی نہ صرف زبانی وضاحت کی بلکہ تحریری ثبوت بھی ارسال کیا... ف ح کراچی کسی زمانے میں اپنے مدرسے کے رسالے کے مدیر رہے ہیں، اس زمانے میں اس رسالے میں ان کی کہانیاں شائع ہوتی رہی ہیں... انھی کہانیوں میں یہ کہانی بھی شامل تھی... خواتین کا اسلام میں جو کہانی شائع ہوئی، وہ غالباً ان کے اس رسالے سے لی گئی تھی... اس طرح کم از کم ف ح صاحب کی پوزیشن تو ہو گئی صاف! لیکن ابھی بچوں کا اسلام میں یہ وضاحت کی بھی نہیں گئی تھی کہ مجھے کچھ مہربانوں نے ایس ایم ایس کرنے شروع کر دیے... اور خطوط بھی تحریر کیے، ایک صاحب نے تو اس سلسلے میں چار فل سکیپ کا خط لکھا اور یہ لہجہ اختیار کیا، اگر آپ نے ف ح کو بلیک لسٹ کیا تو...

میرے خیال میں تو یہ طریقہ درست نہیں... انھوں نے یہ اعتراض بھی کیا کہ بینا رانی اور شازیہ نور کی کئی کہانیاں بھی تو نقل شدہ شائع ہوئی ہیں، آپ نے انھیں تو بلیک لسٹ نہیں کیا... اس سلسلے میں عرض کیے دیتا ہوں کہ جب تک کسی کہانی کے بارے میں ثبوت نہ مل جائے، بندہ کسی کو بلیک لسٹ نہیں کر سکتا... ہاں ثبوت ملنے پر نہ کروں تو ضرور قصور وار ہوں گا... آپ شوق سے ثبوت ارسال کر کے تجربہ کر لیں... اس سارے معاملے میں کیا یہ بات حیرت کی نہیں کہ ف ح کراچی صاحب کو بلیک لسٹ کرنے کا فیصلہ ہوا بھی نہیں اور خطوط اور ایس ایم ایس شروع ہو گئے... ویسے تمام قارئین کے اطمینان کے لیے لکھے دیتا ہوں... اگر ف ح کراچی کی کہانی نقل شدہ ثابت ہو جاتی تو انھیں ضرور بلیک لسٹ کیا جاتا... شکریہ!

نوٹ: 599 میں ایک واقعہ ''وہ شخص'' شائع ہوا ہے۔ یہ محمد اکرم شریف صدیقی نے ہرنولی سے ارسال کیا تھا۔ ہمارے ایک مہربان کو ان کا پتا درکار ہے۔ مہربانی فرما کر محمد شریف صدیقی صاحب اپنا پتا تحریر فرمائیں یا میرے نمبر پر ایس ایم ایس کر دیں۔ شکریہ!

والسلام

سالانہ زرِ تعاون اندرونِ ملک: 600 روپے، بیرونِ ملک: 3700 روپے

خط کتابت کا پتہ

''بچوں کا اسلام'' دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983

بچوں کا اسلام انٹرنیٹ پر بھی: www.dailyislam.pk ای میل: bkislam4u@gmail.com

یادیں

حافظ فیاض احمد۔ ترنڈہ محمد پناہ

بچپن کی یادیں کسے بھولتی ہیں، ہمارا بچپن بھی کچھ تلخ وشیریں یادوں پر مشتمل ہے۔ پانچ سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے، ابھی تو ہمارے کھیلنے، کودنے کے دن تھے کہ والد صاحب نے ہاتھ سے پکڑا اور قریبی گاؤں میں واقع پرائمری سکول میں لے آئے۔ سکول کیا تھا، بس ایک عدد کچا کمرہ۔ اس میں چھٹی کے وقت استاد صاحب کی میز اور کرسی رکھتے تھے جب کہ پڑھنے کے لیے سکول کا وسیع وعریض صحن تھا جہاں کلاسیں لگی ہوتی تھیں، سکول کے چاروں طرف کچی مٹی کی تقریباً تین چار فٹ اونچی چار دیواری تھی۔ بیٹھنے کے لیے مٹی سے اَٹے ہوئے ٹاٹ تھے یا پھر طلباء اپنے گھر سے توڑے لے آتے اور بچھا کر بیٹھ جاتے۔ پہلے دن جب ہم گھر سے تیل، سرمہ لگا کر خراماں خراماں چلتے ہوئے سکول پہنچے تو ہمیں یوں محسوس ہوا جیسے کسی نئی دنیا میں آگئے ہوں۔ استاد صاحب نے بھی تعریف کی کہ ماشاء اللہ! بچہ تو بڑا صاف ستھرا، شریف اور سمجھدار معلوم ہوتا ہے، لیکن چند ہی دنوں میں ہمارے جوہر کھلے تو استاد صاحب کو اپنا خیال تبدیل کرنا پڑا۔ شروع کے دو تین دن تو ہم ماحول کو سمجھنے کے لیے ''بلی'' بنے رہے، لیکن جلد ہی ہم شیر بن گئے۔ پڑھائی کے معاملے میں ہم ذرا سست واقع ہوئے تھے، اس لیے سکول میں ہمیں سبق کے سوا ''سب کچھ'' یاد ہوتا تھا، چنانچہ استاد صاحب بھی ''مولا بخش'' کا استعمال کھلے دل سے کرتے تھے۔ اُن دنوں سکولوں کے دروازے پر ''مار نہیں، پیار'' نہیں درج ہوتا تھا، لہٰذا اساتذہ کرام بھی ''پیار نہیں، مار'' کے فارمولے پر عمل کرتے تھے (اس دوران ہم پانچویں کلاس کے طالب علم بن چکے تھے) ایک دن پانچویں کلاس میں پڑھائی کے دوران ہم استاد صاحب کی آنکھ بچا کر کچھ بچوں کی نقلیں اتار رہے تھے۔ کچھ ہی دور پہلی کلاس میں ایک چھوٹا بچہ ''ریں ریں'' کی آواز میں رو رہا تھا۔ ہماری نظر اس بچے پر پڑی تو دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے۔ بڑی بڑی آنکھیں اور زبان نکال کر اسے ڈرایا تو بچہ ڈر کر اور زور سے رونے لگا۔ اچانک ایک ''دھموسہ'' ہماری پیٹھ پر پڑا تو ہمیں سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔ یہ استاد صاحب تھے جنھوں نے ہماری حرکت دیکھ لی تھی۔ استاد صاحب جلال میں آگئے۔ نالائق! بے شرم! سبق تمھیں یاد ہوتا نہیں اور شیطانیاں کرتے ہو۔ اس دن استاد صاحب نے اپنے ہاتھ اور ''مولا بخش'' کو کچھ زیادہ ہی چھٹی دے دی۔ شام کو روئے تو امی نے کہا! صبر کرو بیٹا! تمہارے ابا کے ساتھ بھی بچپن میں یہی سلوک ہوتا تھا۔ یہ سن کر ہمیں کچھ تسلی ہوئی۔ دو دن خیریت سے گزرے، تیسرے دن حسب معمول کلاس میں بیٹھے تھے۔ استاد صاحب کھڑے ہو کر باری باری تمام طلبا کی کاپیاں چیک کر رہے تھے جب کہ اس دوران ہم استاد صاحب کو غافل پا کر قریب بیٹھے دو ''پڑھاکو قسم کے'' طالب علموں کی بے خبری میں ان کی قمیص کے پچھلے دامن کو آپس میں باندھ رہے تھے۔ استاد صاحب واپس آکر کرسی پر بیٹھنے لگے تو ہماری نظر کرسی پر پڑی جہاں کسی بچے کی غلطی سے سیاہی گری ہوئی تھی۔ ہم نے سوچا، کہیں استاد صاحب کے کپڑے نہ خراب ہوجائیں، لہٰذا جلدی سے کرسی کھینچ لی جس کی وجہ سے استاد صاحب نیچے گر پڑے۔ ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس سے پہلے کہ استاد صاحب اٹھ کر ''خاطر تواضع'' کرتے۔ ہم اٹھ کر رفو چکر ہوگئے۔ شام کو ابا جان کو رپورٹ ملی تو خوب ''خدمت ہوئی'' اور ابا جان نے گھر سے نکالنے سے مارنے تک کی دھمکی دی تو ہم سہم گئے۔ پہلی کلاس سے پانچویں کلاس تک کا تعلیمی سفر ہم نے کیسے کیا؟ یہ ایک الگ داستان ہے، لیکن جب پانچویں کلاس میں ہم مسلسل تیسری بار فیل ہونے کے بعد یہ شعر گنگناتے ہوئے گھر پہنچے:

بڑا مشکل ہوتا ہے امتحان کا زمانہ
کبھی سہ ماہی، کبھی ششماہی اور کبھی سالانہ

تو ابا جان کو شاید پہلے ہی اطلاع مل چکی تھی، لہٰذا جیسے ہی ہم گھر میں داخل ہوئے، ایک زناٹے دار تھپڑ سیدھا ہمارے کان پر پڑا اور ہم اچھل کر چار قدم دور جا گرے۔ مار کھانے کا تجربہ کام آیا اور ہمیں تھوڑی سی کھجلی ہوئی۔ چکر آنے پر سرور محسوس ہوا۔ دوسرے دن والد صاحب نے ہمیں پکڑا اور ایک مدرسے میں شعبہ حفظ کی کلاس میں داخلہ کرا دیا۔ یہاں پر ہم نے اپنی ''مستیاں'' دکھانے کی کوشش کی تو قاری صاحب نے اپنا ''مخصوص پائپ'' نکالا جس کی کرامات وقتاً فوقتاً ہم دیکھتے رہتے تھے، لہٰذا ہم نے خیریت اسی میں جانی کہ شرافت سے پڑھائی پر توجہ دینی چاہیے۔ بقول والد صاحب کہ ''اب کچھ بندہ بن گیا ہے'' الحمدللہ ہم نے عرصہ تین سال میں حفظ مکمل کر لیا۔

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔

اللہ والوں کی مصیبتیں

محمد عمار شاہد۔ ہارون آباد

حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ سات دفعہ شہر بدر کیے گئے۔ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ مصر سے قید کر کے بغداد بھیجے گئے۔ حضرت سمنون محبؒ رحمہ اللہ پر تہمت زنا لگائی گئی اور گردن مارنے کا حکم دیا گیا۔ ابوسعید خزار رحمہ اللہ پر تہمت لگائی گئی اور کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ سہل بن عبداللہ کو بصرے سے جلاوطن کیا گیا اور کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ حضرت منصور حلاج رحمہ اللہ پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ کوڑے مارے گئے، پھر ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی دیے گئے۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ پر فتویٰ کفر لگایا گیا۔ امام غزالی رحمہ اللہ پر فتویٰ کفر لگایا گیا اور احیاء العلوم جلائی گئی۔ امام ابوالقاسم رحمہ اللہ بن قسمی ابن مرجان رحمہ اللہ کرخی و ماجانی قتل کیے گئے۔ ابراہیم تیمی رحمہ اللہ کو 92ھ میں قید کیا گیا اور وہیں فوت ہوئے۔ پھر بول و براز پر ڈلوائے گئے۔ امام ابوبکر رحمہ اللہ قید کر کے مصر روانہ کیے گئے۔ کفر کا فتویٰ لگایا گیا اور کھال کھینچی گئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کروایا گیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو انتہائی اذیت کے بعد کوفیوں نے شہید کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام پیغمبروں کے مجموعی مصائب سے زیادہ تکلیف پہنچائی گئی۔ ان کے علاوہ اور بے شمار واقعات گزر چکے ہیں اور تاریخ خونی داستانوں سے پُر ہے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا زوجہ فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی سزا میں کھولتے ہوئے تیل کے کڑاہے میں ڈال کر جلایا گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو زہر دیا گیا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ ملک بدر کیے گئے، بے کسی اور غربت کے عالم میں فوت ہوئے۔

واقعاتِ صحابہ کے

قدم بہ قدم

96

عبداللہ فارانی

حضرت اشعث بن قیس اور حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہما حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لیے آئے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اس وقت مدائن شہر میں تھے۔ یہ حضرات شہر کے کنارے پر واقع ان کی جھگی کے اندر داخل ہوئے۔ انھیں سلام کیا اور یہ دعا دی:

"اللہ آپ کو زندہ رکھے۔"

پھر انھوں نے پوچھا: "کیا آپ ہی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں؟"

انھوں نے فوراً کہا: "جی ہاں!"

انھوں نے پوچھا:

"کیا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں۔"

انھوں نے کہا: "معلوم نہیں۔"

اس پر ان دونوں کو شک ہو گیا۔ کہنے لگے:

"شاید یہ وہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نہیں ہیں جن سے ہم ملنا چاہتے ہیں۔"

ان کی بات سن کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں ہی وہ شخص ہوں جس سے تم ملنا چاہتے ہو۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، آپ کی مجلس میں بیٹھا ہوں، لیکن حضور کا ساتھی وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں چلا جائے۔ (یعنی جس کا ایمان پر خاتمہ ہو جائے اور مجھے اپنے خاتمے کے بارے میں پتا نہیں) آپ لوگ کس لیے میرے پاس آئے ہیں۔"

ان دونوں نے کہا: "ملک شام میں آپ کے ایک بھائی ہیں۔ ہم ان کے پاس سے آئے ہیں۔"

حضرت سلمان نے پوچھا: "وہ کون ہیں؟"

انھوں نے کہا:

"وہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ہیں۔"

یہ سن کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا:

"انھوں نے جو ہدیہ تم دونوں کے ہاتھ بھیجا ہے، وہ کہاں ہے۔"

دونوں نے کہا:

"انھوں نے تو کوئی ہدیہ نہیں بھیجا۔"

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا:

"اللہ سے ڈرو، جو امانت لائے ہو، وہ میرے حوالے کرو، آج تک جو بھی ان کے پاس سے میرے پاس آیا ہے، وہ اپنے ساتھ ان کی طرف سے ہدیہ ضرور لایا ہے۔"

ان دونوں نے یہ بات سن کر کہا:

"آپ ہمارے سامان کی تلاشی لے لیں اور اس میں سے جو چاہیں، لے لیں، لیکن انھوں نے آپ کے لیے ہمیں کچھ نہیں دیا تھا۔ بس ہم سے صرف اتنا کہا تھا کہ میں تم لوگوں کو ایک صاحب ایسے قابلِ احترام ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ان سے تنہائی میں بات کیا کرتے تھے تو کسی اور کو ان کے ساتھ نہیں بلاتے تھے۔ جب تم دونوں ان کے پاس جاؤ تو انھیں میری طرف سے سلام کہہ دینا۔"

یہ سن کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا:

"اس کے علاوہ میں اور کون سا ہدیہ تم دونوں سے چاہتا تھا اور کون سا ہدیہ سلام سے افضل ہو سکتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بابرکت اور پاکیزہ کلام ہے۔"

یعنی اسی ہدیے کی تو بات کر رہا تھا۔

O

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ حضور نے ان سے مصافحہ کرنا چاہا تو انھوں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور عرض کیا:

"میں اس وقت ناپاک ہوں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب کوئی مسلمان اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے تو ان دونوں کے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے موسمِ خزاں میں درخت کے پتے گر جاتے ہیں۔"

(یعنی اس حالت میں بھی مصافحہ کیا جا سکتا ہے)

O

حضرت ابو رجا عطاردی رحمہ اللہ مدینہ منورہ آئے۔ انھوں نے دیکھا، لوگ ایک جگہ جمع ہیں۔ ان کے درمیان میں ایک شخص ہے، وہ دوسرے آدمی کو چوم رہا ہے اور کہہ رہا ہے:

"میں آپ پر قربان جاؤں، اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے۔"

انھوں نے کسی سے پوچھا: "یہ چومنے والا کون ہے اور کسے چوم رہا ہے؟"

اس نے بتایا: "یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس وجہ سے چوم رہے ہیں کہ سب کی رائے یہ تھی کہ جن مرتدوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ہے، ان سے جنگ نہ کی جائے۔ بس اکیلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ان سے جنگ کی جائے اور آخر سب کی رائے کے خلاف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل ہوا اور اس میں اسلام کو فائدہ پہنچا۔" (ابنِ عساکر)

O

حضرت عبدالرحمٰن بن رزین رحمہ اللہ ربذہ سے گزرے، وہاں کے لوگوں نے انھیں بتایا:

"یہاں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ہیں۔"

حضرت عبدالرحمٰن بن رزین اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھیں سلام کیا تو انھوں نے دونوں ہاتھ باہر نکال کر فرمایا: "میں نے ان دونوں ہاتھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔"

انھوں نے دیکھا، ان کے ہاتھ خوب بڑے تھے، چنانچہ ان حضرات نے ان کے ہاتھ چوم لیے۔

O

ایک شخص مسجد میں داخل ہوا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں اکیلے بیٹھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی وجہ سے ذرا سا سرک گئے۔ انھوں نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! جگہ تو بہت ہے۔" (یعنی پھر آپ کیوں سرکے)

آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ بھی مومن کا حق ہے۔"

O

مسجد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ایسے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھتے ہی فرمایا:

"اے ابوالحسن! یہاں آجاؤ۔"

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضور صلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان آ بیٹھے: (جاری ہے)

سُرخ خون

سید بلال پاشا۔ واہ کینٹ

میں کمرے میں بیٹھا کتاب پڑھ رہا تھا۔ کالج میں سالانہ امتحانات ہو رہے تھے۔ ان کی تیاری میں سارا وقت اور دھیان پڑھائی پر ہی لگا ہوا تھا۔ دسمبر کی یخ بستہ راتیں تھی، باہر ہلکی بوندا باندی بھی لگی ہوئی تھی۔ اندر بیٹھنے کے باوجود چمڑے کی جیکٹ وجود کو گرما نہیں رہی تھی۔ شاید چائے پی کر ہی جسم میں گرمی آجائے اور میں اچھی طرح سے کتاب پر دھیان دے سکوں، اسی سوچ کے تحت میں اٹھا اور کچن میں گھس گیا، تھوڑی دیر بعد کھولتی ہوئی چائے کا کپ اٹھائے میں واپس آیا۔

بیڈ پر احمد اور عائشہ بیٹھے سکول کا کام کرنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ ذرا سا لکھ کر ان کی باتیں شروع ہو جاتیں، پھر مجھے انھیں چپ کروانا پڑتا، انھیں کمرے میں بٹھانا بھی مجبوری تھی، کیونکہ بھائی جان نے کہہ رکھا تھا کہ ہمارے بچے تمہاری نگرانی میں پڑھیں گے۔ فی الحال انھیں خاموش دیکھ کر میں نے سکھ کا سانس لیا اور کتاب کھول لی۔ ابھی مشکل سے ایک صفحہ ہی پڑھا ہوگا کہ عائشہ کی آواز سنائی دی:

''احمد بھائی۔''

''میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔'' احمد نے فوراً کہا۔

میں نے پیسے کب مانگے ہیں تم سے۔'' عائشہ نے حیران ہو کر کہا۔

''پیسے مانگنے کے علاوہ تو تم نے مجھے کبھی بھائی کہا بھی نہیں۔'' احمد سادگی سے بولا اور عائشہ کا منہ بن گیا، ان کی اس بات پر میں مسکرا دیا۔ ایسے میں اچانک عائشہ نے کہا۔

''تم نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کا نام سنا ہے؟'' میں انھیں ٹوکتے ٹوکتے رہ گیا، یہ نام تو میں نے بھی نہیں سنا تھا۔ احمد نے کیا سنا ہوتا۔

''وہی والے جن کی بہن حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا تھیں۔'' احمد نے اپنا شبہ دور کیا۔

''ہاں، ہاں وہی والے۔'' عائشہ جلدی سے بولی۔

اور میں حیران ہو رہا تھا کہ چوتھی پانچویں کلاس میں پڑھنے والے بچوں کو اتنی معلومات، یقیناً یہ بھائی جان کی تربیت کا اثر تھا۔ اب میں انھیں چپ کرانے کا ارادہ چھوڑ بیٹھا اور ان کی سننے لگ گیا۔

''کتنے بہادر صحابی تھے نہ وہ؟'' عائشہ کے لہجے میں ان کے لیے عقیدت تھی۔

''ہاں، دادا نے مجھے ان کا ایک قصہ سنایا تھا، اس میں لکھا تھا کہ وہ اکثر جنگ کرتے ہوئے اپنی قمیص بھی اتار دیا کرتے تھے، انھیں ڈر بھی نہیں لگتا تھا اور وہ اتنے ڈیل ڈول والے تھے کہ اکثر دشمن تو انھیں دیکھ کر ''جن آیا، جن آیا'' کہتے ہوئے بھاگ جاتے تھے۔'' احمد نے بھی ان کی بہادری کے بارے میں بتایا۔ آج مجھے پتا چلا تھا کہ تربیت کرنے میں والد صاحب کی کوئی کوتاہی نہیں تھی بلکہ قصور میرا اپنا ہی تھا۔

''اور کیا ان کی بہن حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بھی ان کی طرح بہادر تھیں؟'' عائشہ نے پوچھا۔

''ہاں، وہ بھی بہت بہادر تھیں، لڑائی میں تو بہت سے مردوں سے بھی آگے تھیں، ایک دفعہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو رومی فوجی قیدی بنا کر حمص شہر، اپنے بادشاہ ہرقل کے پاس لے جا رہے تھے، انھیں چھڑانے کے لیے جو اسلامی لشکر جا رہا تھا نا، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نقاب لگائے گھوڑے پر سوار بھائی کو چھڑانے چلی گئیں اور نجانے کتنے فوجیوں کو ٹھکانے لگا دیا، وہ اتنا زبردست لڑ رہی تھیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے جنگجو بھی ان کو ایک بہادر مرد سمجھ رہے تھے۔'' احمد کی زبانی مجھے بھی اپنے بڑوں کے حالات معلوم ہو رہے تھے۔

''احمد بھائی اُس زمانے میں بہن اپنے بھائی کو چھڑا سکتی تھی، لیکن اب کیا کوئی بھائی بھی عافیہ باجی کو نہیں آزاد کرا سکتا؟'' عائشہ کی بات سن کر احمد کے چہرے کے جذبات کچھ عجیب سے ہو گئے تھے، اسی لمحے ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا میرے بدن سے ٹکرایا، میں نے چائے کا ایک بڑا سا گھونٹ بھرا، لیکن چائے بھی میرے ٹھٹھرتے بدن کو گرمانے میں ناکام ثابت ہو رہی تھی۔

''کیوں نہیں عائشہ، تم دیکھنا، اس دور میں بھی حضرت ضرار رضی اللہ عنہ جیسا کوئی نہ کوئی ضرور ابھرے گا اور عافیہ باجی کو چھڑا کر لائے گا۔'' میں نے دیکھا کہ گو دا جما دینے والی سردی میں بھی احمد کی پیشانی پر پسینے کے ننھے منے بہت سے قطرے چمک رہے تھے۔ اس کی رگوں میں دوڑنے والے خون کا رنگ سرخ تھا، یہ کام بھی کوئی سرخ خون والا ہی انجام دے سکتا تھا۔ اس لمحے ننھا احمد مجھے ایک بڑا مجاہد نظر آنے لگا اور بے اختیار میری زبان سے نکلا: ''ان شاء اللہ۔''

اشتیاق احمد

کی انسپکٹر جمشید سیریز کے دو نئے ناول

مُردے کی چوری

240 روپے

اور

چار ناولوں کے برابر 1000 صفحات کا خاص نمبر

بادلوں کے اُس پار

960 روپے

شائع ہو چکے ہیں

دونوں ناول ایک ساتھ خریدنے پر 400 روپے کی خصوصی رعایت

گھر پر منگوانے کیلئے فون کریں

کراچی فون نمبر: 021-34268800

موبائل نمبر: 03002472238

ہمارا ای میل: atlantis@cyber.net.pk

Visit us on facebook

http:\\www.facebook.com/InspectorJamshed

اشتیاق احمد کے تمام ناول ہمارے ان ڈیلرز سے بھی حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

کراچی

زوبیب بک اسٹال، حسن اسکوائر، گلشن اقبال 0300-2654395

وراثی بک اسٹال، دھوراجی کالونی 021-34940858

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، اردو بازار 021-32216361

گلستان نیوز ایجنسی، اخبار مارکیٹ 021-32762442

راولپنڈی

اشرف بک ایجنسی 0333-5205014

فیصل آباد

میاں عبدالحق 0322-6205446

لاہور

سلطان نیوز ایجنسی 0300-4009578

پشاور

زرباغ نیوز ایجنسی 0300-5930230

بہاولپور

قاسمی نیوز ایجنسی 0301-6367755

اٹلانٹس پبلکیشنز

A-69, Eastern Studios, B-16, S.I.T.E, Karachi.

بدنصیب ہوٹل

اشتیاق احمد

6

غبار چھٹنے میں دس منٹ لگ گئے ... دس منٹ بعد ان لوگوں کو دکھائی دینے لگا ... گرنے والے اٹھ کھڑے ہوئے ... عمارتوں کی طرف رُخ کرنے والے نہیں اُٹھ سکے تھے ... ان میں سے اکثر زخمی ہو گئے تھے ... ہوٹل کی عمارت کی جگہ اب ملبے کا ایک ڈھیر پڑا تھا ... آس پاس کی عمارتوں کو شدید نقصان پہنچا تھا ... کئی عمارتوں کے کئی حصے گر چکے تھے ... اس قدر ہولناک حادثہ تھا کہ وہ کانپ گئے ... سیٹھ بھلوان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

''اُف خدا ... اگر آپ لوگ نہ آتے ... تو ... تو میں ... تو گیا تھا۔''

''جسے اللہ رکھے، اسے کون چکھے۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''اب آیئے ... ہمیں آپ سے چند باتیں کرنا ہیں ... یوں بھی آپ کو سکون کی ضرورت ہے۔''

وہ اس کے ساتھ پیچھے ہٹتے چلے گئے۔

''بم رکھنے کے لیے کوئی آدمی ہوٹل کے اندر داخل ہوا ہوگا، اس کے بارے میں آپ کچھ بتا سکتے ہیں ... میرا مطلب ہے، فون ملنے کے بعد کوئی شخص آیا تھا ہوٹل میں؟''

''ہاں آیا تھا ایک شخص ... کھانے کے لیے کچھ مانگ رہا تھا، میں نے اسے بتا دیا کہ ہوٹل میں ایک آدمی کو قتل کر دیا گیا ہے، ملازم خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے ہیں ... وہ چند لمحے کاؤنٹر سے لگا کھڑا رہا اور پھر چلا گیا ... ہو نہ ہو ... وہی ٹائم بم رکھنے آیا تھا۔''

''ہوں! ٹھیک ہے ... ضرور یہ کام اسی کا ہے۔''

''یہاں نزدیک بیٹھنے کی کوئی اچھی سی جگہ ہے ... جہاں ہم لوگ کچھ پی سکیں ... تا کہ اعصاب کنٹرول میں آ جائیں۔''

''جی ہاں ... نزدیک ہی ایک ہوٹل ہے ... وہیں چلتے ہیں۔''

جلد ہی تینوں اس ہوٹل میں داخل ہوئے ... اور ایک میز پر بیٹھ گئے ... فوراً ہی بیرا آ موجود ہوا ... اسے آرڈر دیا گیا:

''ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس نامعلوم آدمی کو آپ سے کوئی دشمنی ہو؟''

''جی ہاں ... میں نے بھی یہی محسوس کیا ... اور حیران ہوں کہ اسے کیا دشمنی ہے۔''

''کیا آپ کا کوئی چھوٹا یا بڑا بھائی تو نہیں ہے ... یا پھر کوئی سوتیلا وغیرہ۔''

''جی نہیں ... ایسی کوئی بات نہیں۔''

''آپ کی کسی سے کوئی دشمنی بھی نہیں؟''

''بالکل نہیں۔'' اس نے فوراً کہا۔

''تب پھر یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس شخص نے اپنی دکان چمکانے کے لیے، شہرت حاصل کرنے کے لیے آپ کے ہوٹل کو منتخب کیا تھا۔''

''جی ہاں ... میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔''

اسی وقت بیرا چائے لے آیا ... وہ چائے پینے لگے ...

''پہلی واردات کب ہوئی تھی مسٹر بھلوان؟'' انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

''آج سے ٹھیک دس روز پہلے ... اس کے پانچ دن بعد دوسری واردات ہوئی اور آج تیسری ... تینوں بار بالکل ایک ہی انداز میں آدمی ختم ہوا۔''

''ہوں ... پہلے قتل کے بعد آپ کے گاہکوں کی تعداد کم ہوئی تھی۔''

''جی نہیں ... اس وقت تو یہی خیال کیا جا رہا تھا کہ یہ ایک اتفاقی قتل ہے ... اس کا ہوٹل سے کوئی تعلق نہیں، لیکن جب دوسرا قتل بھی اسی طرح ہوا تو گاہک یک دم بہت کم ہو گئے ... اور رہے سہے آج چلے گئے تھے، لیکن اب تو وہ ہوٹل ہی نہیں رہا ... اُف میرے اللہ ... اب میں کیا کروں گا؟''

''بنک میں آپ کی نقدی تو ہوگی ہی؟''

''اتنی زیادہ نہیں کہ ہوٹل خرید سکوں ... ہوٹل میں نے ابھی ایک سال پہلے ہی خریدا تھا ... اوہ ... ارے ...'' وہ چونک کر اُچھل پڑا۔

''کیوں ... کیا ہوا؟'' فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

''مجھے ایک بات یاد آئی ہے ... شاید آپ اس سے فائدہ اُٹھا سکیں ... جب میں یہ ہوٹل خرید رہا تھا، ایک اور شخص نے بھی اسے خریدنے کی کوشش کی تھی، لیکن میں نے قیمت اس کی نسبت بہت زیادہ لگائی تھی ... جب کہ وہ قیمت بہت کم لگا رہا تھا ... ساتھ ہی اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں یہ ہوٹل نہ خریدوں ... یہ مجھے راس نہیں آئے گا ... اسے خریدنے دوں ... میں نے اس کی ایک نہ سنی اور ہوٹل خرید لیا۔''

''اس آدمی کا حلیہ کیا تھا؟''

''صرف اتنا یاد ہے کہ اس کی آنکھیں گہری نیلی تھیں۔''

''اوہ ... یہ بات واقعی ہمارے کام کی ہو سکتی ہے ... کیا وہ شخص اسی قصبے کا تھا؟''

''نہیں ... وہ کسی اور شہر کا رہنے والا تھا، لیکن اس قصبے میں آباد ہونے کا پروگرام بنا رہا تھا ... اتفاق سے ان دنوں یہ ہوٹل فروخت کیا جا رہا تھا ... مجھے بھی باپ کی طرف سے جائیداد ملی تھی ... میں نے اس جائیداد کو فروخت کر دیا تھا اور کوئی کاروبار کرنے کے چکر میں تھا، چنانچہ اس ہوٹل کو خریدنے کا پروگرام بنا لیا۔''

''اس کا مطلب ہے، ہمیں ایک عدد نیلی آنکھوں والے آدمی کو تلاش کرنا ہوگا۔'' انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

''میں کیا کہہ سکتا ہوں ... مجھے تو ایک بات یاد آئی، میں نے آپ کو بتا دی۔''

''ہوں ٹھیک ہے ... آپ کا شکریہ۔''

''آپ کا گھر کہاں ہے؟'' فرزانہ بولی۔

''یہیں ... قصبے میں ہے ... اب میں گھر ہی جاؤں گا ... میرے بیوی بچوں کو اس حادثے کی خبر ہو چکی ہوگی اور وہ پریشان ہو رہے ہوں گے۔''

''ٹھیک ہے ... ہم تو آپ کو صرف اس لیے یہاں لے آئے تھے کہ آپ پُرسکون ہو جائیں ... ارے۔'' اچانک ان کے منہ سے نکلا۔

فرزانہ نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا اور پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ... پھر سیٹھ بھلوان نے ادھر دیکھا ... وہ بھی حیران ہوئے بغیر نہ رہا ...

رگو بابا لڑکھڑاتے قدموں سے ایک آدمی کے سہارے چلا آ رہا تھا ... یوں لگتا تھا جیسے وہ نیند میں ہو،

ضروری اعلان

نوٹ فرما لیں، آیندہ شمارہ نمبر 607 میں حافظ محمد حمزہ شہزاد کا انٹرویو شائع ہوگا۔ (مدیر)

پھر وہ آدمی اسے ایک میز پر بٹھا کر کاؤنٹر تک گیا... جیب سے چند نوٹ نکال کر کاؤنٹر پر ڈالے... کاؤنٹر کلرک سے کچھ کہا اور باہر چلا گیا...

انسپکٹر جمشید کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

O

"یہ دولڑکے... چوری کا پتا چلانے کے لیے آئے ہیں سر۔" ملازم نے گڑبڑا کر کہا۔

"لیکن یہ دروازے پر کیا کر رہے تھے... دوسرے کمرے میں کیوں نہیں بٹھایا انھیں۔" ایک سرسراتی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔

"بٹھایا تو دوسرے کمرے میں ہی تھا... شاید بے چارے بہت پریشان ہیں... اُٹھ کر دروازے پر آ گئے۔"

"ہوں... خیر... انھیں اندر لے آؤ... اور تم باہر چلے جاؤ۔"

"ملازم انھیں لے کر اندر داخل ہوا... اب انھوں نے پروفیسر قادری کا پوری طرح جائزہ لیا... اس کے جسم پر دھاری دار لبادہ سا تھا... دھاریوں کا رنگ سفید اور زرد تھا... سر کے بال بہت بڑے بڑے تھے... ان کا رنگ اخروٹ جیسا تھا... اس کی آنکھیں گہری نیلی تھیں... ان میں اس قدر تیز چمک تھی کہ ان کی طرف دیکھا نہیں جا رہا تھا... ملازم انھیں کرسیوں پر بٹھا کر باہر نکل گیا اور دروازہ بند کر گیا...

"ہاں! اب بتاؤ... کیا چاہتے ہو۔" انھیں اس کی نظریں اپنے جسم میں اُترتی محسوس ہوئیں۔ گھبراہٹ کا شدید احساس ہوا۔

"وہ... وہ جی ہم ایک چوری کا سراغ لگوانا چاہتے ہیں۔"

"ایک ہزار روپے فیس کے ادا کر دو۔"

"لل... لیکن جناب... معاملہ صرف ایک چھوٹی سی چوری کا ہے۔"

"تو پھر... میرے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی۔" اس نے سرد آواز میں کہا۔

"خیر خیر... آپ ناراض نہ ہوں... یہ لیجیے اپنی فیس۔" محمود نے کہا اور جیب سے بٹوہ نکال کر ہزار روپے گن دیے۔

"اب چوری کی تفصیل سناؤ... ارے... ذرا میری طرف دیکھنا... یہ کیا... تمھیں تو نیند آ رہی ہے۔"

انھوں نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا... جوں ہی اس کی نظروں سے ان کی نظریں ملیں، دونوں کو ایک زوردار جھٹکا لگا... ان کے سر آپس میں ٹکرا گئے:

"سنبھل کر بیٹھو بھئی... تمھیں تو واقعی نیند آ رہی ہے... گہری نیند... ہاں تم سوتے جا رہے ہو... تم تو مکمل طور پر سو گئے ہو... کیوں... سو گئے نا۔"

محمود اور فاروق کرسیوں میں لڑھک گئے۔

"ہاں! ہم سو گئے ہیں۔" دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"اب تم میرے سوالات کے جواب دو گے... جو میں ہدایات دوں، ان پر عمل کرو گے... ٹھیک ہے، عمل کرو گے نا۔"

"ہاں! ہم عمل کریں گے۔"

"کیا تمھاری کوئی چیز چوری ہوئی ہے۔"

"نہیں!" ان کے ہونٹ ہلے۔

"تب پھر... تم لوگ میرے پاس کیوں آئے تھے؟"

"یہ جاننے کے لیے کہ آپ کیا کرتے ہیں۔"

"تم انسپکٹر جمشید کے بیٹے ہو نا۔"

"ہاں!"

"یہاں تک کیسے پہنچ گئے؟"

"وکیل باسط راہی اور رگو بابا کا تعاقب کرتے ہوئے۔"

"اوہ... تو یہ باسط راہی کی بے وقوفی سے ہوا... خیر... اس کا بھی انتظام کر لوں گا... ہاں تم بتاؤ... اب تک تم لوگوں نے کیا اندازے لگائے ہیں؟"

دونوں کے ہونٹ ہلنے لگے... اپنے اپنے اندازے وہ ایک ساتھ بتانے لگے... اس طرح الفاظ گڈمڈ ہو گئے... پروفیسر قادری نے جلدی سے کہا:

"یوں نہیں... پہلے تم میں سے ایک بتائے... جو بڑا ہے، وہ بولے گا۔"

"میں بڑا ہوں... میں بولوں گا۔" محمود نے کہا اور اب تک جو حالات اور واقعات پیش آئے تھے اور جو اندازے وہ لگا سکا تھا بتاتا چلا گیا، پھر فاروق کی باری آئی۔

"ہوں ٹھیک ہے... اب تم دونوں میرا پروگرام غور سے سنو جب تم دونوں جاگو گے... میز پر تمھیں دو خنجر رکھے نظر آئیں گے، تم ایک ایک خنجر اُٹھا لینا... انھیں اپنے کپڑوں میں چھپا لینا، پھر اپنے والد اور اپنی بہن تک پہنچ جانا... ان خنجروں سے ان کا کام تمام کر دینا... تم میں سے جو بڑا ہے... وہ اپنے والد پر حملہ کرے گا اور چھوٹا اپنی بہن پر... یہ کام کرنے کے بعد تم دونوں اپنا اپنا خنجر ایک دوسرے کے سینے میں اُتار دو گے... تم نے سن لیا... تم یہی کرو گے نا۔"

"جی ہاں... ہم نے سن لیا، ہم یہی کریں گے۔" دونوں ایک ساتھ بولے۔ ان کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔

"اچھا اب تم ٹھیک پندرہ منٹ بعد آنکھیں کھولو گے... اور ہدایات کے مطابق عمل کرو گے... تم اس گھر کا پتا بالکل بھول جاؤ گے... ہوش میں رہتے ہوئے تم نے یہاں جو کچھ دیکھا اور سنا، اسے بھول جاؤ گے... بس تمھیں میری ہدایات یاد رہ جائیں گی۔"

"جی اچھا۔" دونوں ایک ساتھ بولے۔

پروفیسر قادری نے ایک الماری کھولی... اس میں سے دو خنجر نکالے... اور انھیں میز پر رکھ دیا... ان پر ایک نظر ڈالی، پھر گھڑی کی طرف دیکھا اور کمرے سے نکل گیا... (جاری ہے)

بندر کی اولاد

معاویہ منصور۔ پپلاں

"سرفراز انکل آپ کے ابو کا کیا نام تھا؟" سلیمہ نے پوچھا۔

"بیٹا ان کا نام رائے سربلند خان تھا۔ قیامِ پاکستان سے پہلے امرتسر میں ان کی بہت زمینیں تھیں۔ بہت بڑے جاگیردار تھے۔"

"اور انکل ان کے ابو کا نام؟" ذکوان نے جلدی سے اگلا سوال داغ دیا، ورنہ سرفراز انکل دہلی سے پہلے بریک لگانے والے نہیں تھے۔

"رائے سربکف خان۔"

"اور انکل ان کے ابو کا نام کیا تھا؟"

"بیٹا ان کا نام۔"

"سرفراز انکل کی بات ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ رضوان بول اٹھا:

"انکل آپ ہمیں وہاں سے بتائیں جب آپ کے آباؤ اجداد بندر ہوا کرتے تھے۔"

"بھاگو نالائقو یہاں سے! بندر ہوگے تم خود۔" سرفراز انکل ایک دم غصے میں آگئے۔ شاید ان کا غصہ تو ہمیں نہ بھگا سکتا مگر ان کی لاٹھی کو حرکت میں آتا دیکھ کر ہم فوراً سے بھی پہلے نو دو گیارہ ہوچکے تھے۔

"سب اس رضوان کے بچے کی وجہ سے ہوا ہے۔" سلیمہ کو مشن ادھورا رہ جانے کا افسوس ہو رہا تھا۔

"رضوان بھائی! آپ ذرا صبر نہیں کر سکتے تھے؟" حلیمہ ایسے موقعے پر بھلا کہاں خاموش رہنے والی تھی۔

الحجاز کی ایک نئی پیشکش
طارق و موسیٰ کے دیس میں
اسپین اور پانچ دیگر یورپی ممالک کا تاریخی اور تجزیاتی سفرنامہ

اپنی لائبریری میں اس قیمتی، دلچسپ اور معلومات افزا کتاب کے اضافے کے لیے ابھی رابطہ فرمائیں
رشحاتِ قلم: مولانا احمد افنان (استاذ و رفیق اللہ جامعۃ الرشید)
ملنے کے پتے:
ادارہ اشاعت الخیر، بیرون بوہڑ گیٹ روڈ، ملتان 0300-7301239
ممتاز کتب خانہ، صنف بازار، دکان نمبر 16، اردو بازار، پشاور 0314-9696344,091-2580331
قاسمی بکس، بہاولپور 0333-6367755,0622731947 قرآن محل، راولپنڈی 0321-5123698
مکتبہ نقوش اسلامی، مسلم سینٹر، ہاشم جی روڈ، اردو بازار، لاہور 0321-4538727
اسلامی کتاب گھر، دکان نمبر 4، شادمان پلازہ، چنیوٹ بازار، فیصل آباد 0321-7693142
مکتبہ عبداللہ، سرگودھا 0321-6018171 وراثی اسٹور، ملکپارہ، ہری پور 03018145854
کتاب گھر، بالائی منزل، دکان نمبر 90، آفتاب سنٹر، مارکیٹ، جی ٹی روڈ، گوجرانوالہ 0321-6418196
مکتبہ یاسین، مری ہائی وے، نئی آبادی اسٹاپ، اسلام آباد 0334-5652830
مکتبہ توحید و سنت، بالمقابل مدرسہ تعلیم القرآن، فتح جنگ، اٹک 0302-5475447
مکتبہ الامہ، عقب نیو صادق آباد بازار، رحیم یار خان 0321-2647131
مکتبہ تالیفات رشیدیہ، نزد جامعۃ الرشید، احسن آباد، کراچی 0302-2228462
اسٹاکسٹ: مکتبۃ الخلیج
دکان نمبر 11، اسلام مارکیٹ، نزد جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی
فون: 0332-2139797،0314-2139797
الحجاز کراچی 0314-2139797

"وہ! وہ دراصل میں نے سوچا، نہ جانے اس طرح پوچھتے کتنی دیر لگ جائے اور ٹیوشن کا ٹائم بھی ہو رہا ہے تو کیوں ناں مطلب کی بات پوچھ لی جائے۔"

"اور جو معلوم ہو رہا تھا، اس سے بھی گئے۔" ذکوان نے ہاتھ جھاڑے

"پھر اب پوچھیں تو کس سے پوچھیں۔" سلیمہ کے لہجے میں بے بسی نمایاں تھی۔ امی ابو کو بھی زیادہ سے زیادہ تین چار نسلوں کے نام ہی پتا ہیں۔"

"اور جن پہ امید تھی، وہ پتے بھی ہوا دے چکے ہیں۔" ذکوان نے اپنے مخصوص انداز میں شعر کا حلیہ بگاڑا۔

دراصل جب سے سلیمہ آپی نے اپنی ٹیچر سے سنا تھا کہ انسان پہلے بندر ہوا کرتے تھے اور ترقی کر کے انسان بن گئے، تب سے ہماری ٹولی پریشان تھی کہ آخر یہ سب کیسے ہوا۔ ہم اپنے طور پر ہر حربہ آزما چکے تھے مگر اس سوال کا جواب نہ ملنا تھا نہ ملا۔

"بیٹا آپ چاروں کو ابو باہر لان میں بلا رہے ہیں۔" ہم ٹیوشن سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ امی نے خبر سنائی۔

"اوہ مارے گئے۔" ابو کے ساتھ سرفراز انکل کو دیکھ کر ہمارے پیروں تلے سے زمین کھسک چکی تھی مگر مرتے کیا نہ کرتے، یہ پیشی تو بھگتنا تھی۔

"جاوید علی صاحب پوچھیں اپنے بچوں سے۔ انھوں نے مجھے بندر کی اولاد کیوں کہا؟" سرفراز انکل غصے میں بھرے بیٹھے تھے۔

"نہیں انکل! ہم نے آپ کو ایسا تو نہیں کہا۔" سلیمہ نے فوراً وضاحت پیش کی۔

"تو پھر کیا کہا؟"

"وہ ہم تو! ہم تو یہ کہہ رہے تھے، سب انسان پہلے بندر تھے۔"

"ہاں انکل صرف آپ نہیں۔ ہم بھی۔" حلیمہ نے لقمہ دیا۔

"بھئی یہ کیا بات ہے۔ مجھے تفصیل سے بتاؤ۔" ابو جو پہلے صرف پریشان تھے، اب حیران ہو چکے تھے۔ انھیں پوری تفصیل سنائی گئی تو انھوں نے کہا۔

"دیکھو بیٹا! اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا اور سبھی انسان ان کی اولاد ہیں۔"

"مگر ابو پھر سائنس دان ایسا کیوں کہتے ہیں؟" رضوان کچھ الجھا الجھا سا لگ رہا تھا۔

"بیٹا جس سائنس دان نے یہ تھیوری پیش کی، وہ دراصل یہودی تھا۔ آپ کو معلوم ہے ناں اللہ تعالیٰ نے اپنی نافرمانی کی وجہ سے یہودیوں کے کچھ لوگوں کی شکلیں مسخ کر دی تھیں۔ انھیں بندر بنا دیا گیا تھا۔"

ہم سب نے سر ہاں میں ہلایا۔

"تو یہودی تمام انسانوں کو بندر کا رشتہ دار ثابت کرنا چاہتے ہیں، تاکہ یہ طعنہ صرف انھیں ہی نہ ملے جب کہ ہمیں قرآن کی رو سے اس دعوے کا غلط ہونا اچھی طرح معلوم ہے۔"

"جی ابو اب بات سمجھ میں آگئی۔"

ہم سب اس عقدے کے حل ہونے پر خود کو کافی پرسکون محسوس کر رہے تھے۔

"جاوید صاحب یہ کیا بات ہوئی۔ سرفراز انکل ابھی تک غصے سے پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ آپ نے تو انھیں کچھ کہا ہی نہیں۔ بڑوں سے ایسے بات کی جاتی ہے کوئی۔"

"ہوں! سرفراز صاحب! بات تو آپ کی بھی ٹھیک ہے۔" ابو کچھ سوچتے ہوئے بولے۔ "ہاں تو بچو آپ نے سرفراز انکل کو تنگ کیا۔ اس کی سزا تو ملے گی۔"

"جی سزا! وہ کیا؟" ہم سب نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"ہاں! سیدھا سیدھا حساب ہے۔" ابو نے سرفراز انکل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ نے سرفراز انکل کو بندر کہا تو اب آپ چاروں کو مرغا بننا ہوگا۔"

"نہیں۔" ہم سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اور سرفراز انکل ہماری سزا سے لطف اندوز ہونے کے لیے تیار ہوگئے۔

آندھی ہو یا طوفان

محمد فیصل حمید۔کراچی

بارش چھاجوں برس رہی تھی ... گھروں کی چھتوں سے گلیوں میں جھانکتے پرنالے بھی بہہ بہہ کر بارش کا حوصلہ بڑھا رہے تھے ... بادل گرج گرج کر اور بھی بارش ہونے کی دھمکیاں دے رہے تھے ... رات کی تاریکی میں آسمان پر چمکتی بجلی زمین والوں کی تصویریں اتار رہی تھی ... یہ رات کا آخری پہر تھا ... کچھ ہی دیر میں نئی صبح کی پو پھوٹنے والی تھی ... میں ساتھ کے شہر سے ایک ضروری کام کے بعد لوٹ رہا تھا ... ابھی اپنے شہر میں داخل بھی نہیں ہوا تھا کہ بارش آہستہ آہستہ شروع ہوئی اور تیز سے تیز ہوتی چلی گئی ... پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہوا نے آندھی اور بارش نے طوفان کی صورت اختیار کر لی ... اس بارش کے موٹے موٹے اولے میری گاڑی کی ونڈ سکرین پر زور زور سے پڑ کر توڑنے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے ... اور اُس پر چلتا ہوا وائپر اب بے بس ہوتا جا رہا تھا ... دسمبر کی خون جما دینے والی سردی میں یہ طوفانی بارش جلتی پر تیل کا کام کر رہی تھی ... اس طوفانی بارش ہی کا اثر تھا کہ میں بند گاڑی میں بیٹھا ... گرم، موٹے کپڑوں میں بھی ٹھٹھر رہا تھا ...

تقریباً آدھے گھنٹے بعد میں اپنے علاقے میں پہنچ چکا تھا ... اور اب گاڑی گلیوں میں کھڑے ہوئے بارش کے پانی کو چیرتی ہوئی گھر کی طرف بڑھ رہی تھی ... محلے کی انھی گلیوں میں سے ایک گلی کے آخر میں مجھے ایک آدمی نظر آیا ... وہ اسی طرف آ رہا تھا جہاں سے میں ان گلیوں میں داخل ہوا تھا ... گاڑی کی تیز روشنی میں دور سے ہی اُس کا حلیہ بالکل واضح دکھائی دے رہا تھا ... اُس نے بارش سے بچنے کے لیے سر پر پلاسٹک کے توڑے کی ٹھی سی بنا کر اوڑھ رکھی تھی ... رات کے پہر ... اتنی سردی اور تیز بارش میں کیا کام ہو سکتا ہے جو اسے گھر سے نکال لایا ... میں اُس کے لیے پریشان ہو گیا ... اس کے قریب پہنچ کر میں نے گاڑی روک کر شیشہ نیچے کر لیا ... وہ بھی مجھے رکتے دیکھ کر رک گیا ...

''بارش بہت تیز ہے ... سردی بھی بہت سخت ہے ... آئیے! آپ کو جہاں جانا ہے، میں چھوڑ آتا ہوں۔'' میں نے ہمدردانہ لہجے میں اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''بہت شکریہ جناب! مجھے تو بس مسجد تک جانا ہے ... اور مسجد تو اب یہ رہی۔'' اُس نے قریب ہی ایک مسجد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ ''اس وقت ... اس موسم میں آپ مسجد جا رہے ہیں ... خیر تو ہے؟'' میں نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا تو اُس نے پہلے والے اطمینان سے پھر جواب دیا۔

''جی ہاں! خیریت ہے ... میں اس مسجد کا مؤذن ہوں ... فجر کا وقت ہو چکا ہے ... مجھے مسجد میں جا کر اذان دینی ہے۔'' وہ اتنا کہہ کر مسجد کی طرف بڑھ گیا ... میں نے بھی گاڑی کا شیشہ بند کر لیا ... لیکن اتنی ہی دیر میں مکمل طور پر نہا چکا تھا ... اور بارش کے پانی میں بھیگنے کے ساتھ ساتھ حیرت کے سمندر میں بھی ڈوب چکا تھا ... لوگ اپنے اپنے گھروں میں دبکے ... نرم گرم لحافوں میں لپٹے میٹھی نیند سو رہے تھے ... لیکن اللہ کا منادی آندھی اور طوفان کو بھی خاطر میں نہ لاتے ہوئے ساری دنیا کو یہ بتانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا تھا کہ ... سردی ہو یا گرمی ... دن ہو یا رات ... آندھی ہو یا طوفان ... ہر حال میں ''نماز کی طرف آؤ ... کامیابی کی طرف آؤ ... نماز نیند سے بہتر ہے۔''

مجھے آج قدرت اللہ شہاب کی وہ بات بہت وزنی لگ رہی تھی جو انھوں نے شہاب نامہ میں لکھی تھی:

''لو سے جھلستی گرم دوپہر میں خس کی ٹٹیاں لگا کر پنکھوں کے نیچے بیٹھنے والے یہ بھول گئے کہ محلے کی مسجد میں ظہر کی اذان ہر روز عین وقت پر اپنے آپ کس طرح ہوتی رہتی ہے، کڑکڑاتے ہوئے جاڑوں میں، نرم گرم لحافوں میں لپٹے ہوئے جسموں کو اس بات پر کبھی حیرت نہ ہوئی کہ اتنی صبح منہ اندھیرے اٹھ کر فجر کی (باقی صفحہ 14 پر)

اشتیاق احمد کے جاسوسی ناول

مخلص قاتل	110/-	بہت بڑی بلا	110/-
قلمی مہمان	110/-	اوچھا وار	110/-
خطوط کا فریب	110/-	بھیانک رُوپ	110/-
گمنام ہمدرد	110/-	بدنصیب ہوٹل	110/-
سازش کا شکار	110/-	کانسی کا مجسمہ	110/-
بوڑھا چہرہ	110/-	خاموش ہتھیار	110/-
حویلی کا اسرار	110/-	اندھا ظلم	110/-
ہیٹ والا	110/-	فائل کا دھماکہ	110/-
نوٹ بک	110/-	بلیک گولڈ	110/-
وادیٔ مرجان	110/-	ہمشکل سازش	110/-
ریچھ نُما آدمی	110/-	آپریشن الورا	110/-
چائے کا کپ	110/-	مجرم منصوبہ	110/-
کار کی تلاش	110/-	دائرے میں خوف	110/-
ہیرا دیوی	110/-	چالباز	110/-
انوکھی چال	110/-	ہیرو کا دشمن	110/-
چال کا جواب	110/-	اندھیرے کے سوداگر	110/-
نیلاب پل	110/-	پرانے شکاری نیا جال	110/-
آخری تصویر	110/-	قتل کی پیشکش	110/-
زخمی	110/-	پیکٹ کا راز	110/-
ستاروں کا کھیل	110/-	قاتل قصبہ (قتل کا مجسمہ)	110/-
سیاہ فام	110/-	Packet Ka Raaz (رومن فیکسٹ میں)	110/-
کھردری آواز	110/-	بے تکی وارداتیں	300/-
انشارجہ کا جاسوس	110/-	گھریلو شکار	300/-
موت کی مشین	110/-	روبوٹ کی لاش	390/-
منصوبے کا قاتل	110/-	سازش کا تیر	240/-
پستول والا	110/-	ریاست کا مجرم	240/-
غریب ہیرے	110/-	نقلی گھرانہ	240/-

ایک ہزار روپے کی کتب منگوانے پر 20 فیصد رعایت
دو ہزار روپے کی کتب منگوانے پر 25 فیصد رعایت
تمام کتب منگوانے پر 33 فیصد رعایت

گھر پر منگوانے کیلئے فون کریں
کراچی فون نمبر: 021-34268800
موبائل نمبر: 03002472238
ہمارا ای میل: atlantis@cyber.net.pk
Visit us on facebook
http:\\www.facebook.com/InspectorJamshed

اٹلانٹس پبلیکیشنز
A-36 Eastern Studios, B-16 S.I.T.E, Karachi.

ایک خط اور اُس کا جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

بچوں کا اسلام لکھنے اور پڑھنے والوں کا مقصد نیک اور دین دار لوگوں کا حلقہ ہے۔ علمائے دین اور اکابرینِ امت سے وابستہ لوگوں کا حلقہ ہے۔ یہ تاثر بچوں کا اسلام اور خواتین کا اسلام میں لکھنے والے ہر فرد کے فقرے سے ابھرتا ہے۔

8 ستمبر 2013 کے بچوں کا اسلام شمارہ 585 میں پھلور صاحب کا مزاحیہ نہیں، طنزیہ مضمون ''پہلا قدم'' پڑھ کر نہ رہ سکا۔ پھلور صاحب کے بقول پروفیسر ہونے کی حماقت کر چکا ہوں اور تین ایم اے کر کے تین گنا پاگلوں میں شمار کیا جا سکتا ہوں۔ مہربانی کر کے میری ان باتوں کو ایک پاگل کی باتیں سمجھ کر نظر انداز کر دینا اور مجھے معاف کر دینا۔

(1) بچوں کا اسلام اور خواتین کا اسلام دونوں رسالوں کی فکر ایک دائرے میں محدود ہے۔ بہتر ہوگا اس دائرے سے نکل کر ذہنی وسعت کے ساتھ دین کی روشنی پھیلائی جائے، تاکہ پڑھنے والے کنویں کے مینڈک نہ بن جائیں۔

(2) دوسری چیز جو میں نے محسوس کی، اکابر پرستی کی بُو ہے جس طرح کچھ لوگ قبر پرست ہیں، اسی طرح آپ کے حلقہ اثر میں اکابر پرستی جڑ پکڑے محسوس ہوتی ہے۔ آپ کے رسالوں میں خاص فکر کے علما کو اکابرین کا نام دیا جاتا ہے، اکابر اکبر کی جمع ہے۔ اکبر اللہ تعالیٰ کا نام ہے یعنی سب سے بڑا اور سب سے بڑا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(3) تیسرے یہ کہ بہت ساری باتیں علمی اور تحقیقی اعتبار سے ناقص ہوتی ہیں۔ مثلاً اسی شمارے میں دلچسپ معلومات میں صفحہ 11 میں درج ہے کہ روس میں ایک لاکھ پچاس ہزار دریا ہیں۔ اتنے دریا شاید پوری دنیا میں نہ ہوں۔ یہ لاعلمی کی ایک مثال ہے۔

(4) اکثر لکھنے والوں کی تحریروں سے تکبر ٹپکتا ہے۔ کہیں نیکی کا تکبر جو بقول تھانوی رحمہ اللہ سب سے خطرناک تکبر ہے۔ کہیں ذاتی یا مالی لحاظ سے تکبر کی بُو آتی ہے۔ مثلاً لکھنے والا اپنی ذات کے بارے میں ''ہم'' کا لفظ استعمال کرتا ہے یا یوں لکھا جاتا ہے، میں نماز پڑھ کے فارغ ہوا تو یہ کام کرنے لگا۔ نصیحت اور عبرت کے لیے دوسروں کے حوالے سے ایسی باتیں لکھنا مثبت عمل ہے، لیکن حاجی ہر بات میں اپنے حج کا ذکر کرے تو اسے کیا کہا جائے گا۔ اکثر لکھنے والے لکھتے ہیں، ہمارے گھر کا ماحول بڑا علمی اور دین دار تھا یا میرے والد تہجد گزار تھے۔

(5) اب میں پھلور صاحب کے مضمون پہلا قدم کی طرف آتا ہوں، یہ سارا مضمون جدید تعلیم یافتہ لوگوں کے حوالے سے جاہلانہ تعصب اور حاسدانہ طنز سے بھرا ہوا ہے۔ دوسروں پر طنز کرنا، انھیں برے القاب سے یاد کرنا، قرآن و حدیث کی تعلیم کے مطابق بڑے گناہ کے عمل ہیں۔ آپ خود سوچیں، ایم اے کرنے والے کو پاگل اور بی اے کرنے والے کو نیم پاگل اور یونیورسٹیوں کو پاگل خانے قرار دینا کہاں کی دانش مندی اور دین داری ہے۔ پھر پروفیسروں کے حوالے سے لطیفے، آپ اسے کیا کہیں گے، مجھے بھی مولویوں کے حوالے سے ایک دو نہیں سیکڑوں لطیفے یاد ہیں۔

(6) آخری بات اثر جون پوری سے کہیں، اب آم کے قصیدے لکھنا چھوڑیں، آم کی نہیں کام کی بات کریں۔ آپ کا رسالہ اس خط کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا ہے۔ (بشیر احمد ساہی۔ چک نمبر 39 جنوبی۔ تحصیل و ضلع سرگودھا)

جواب: قارئین! آپ نے یہ خط پڑھا۔ اسے شائع کر کے یہ بات ثابت کر دی گئی ہے کہ بچوں کا اسلام اس خط کا بوجھ اٹھا سکتا ہے، نہ صرف اٹھا سکتا ہے، جواب بھی دے سکتا ہے۔ اس کے جواب کے لیے پروفیسر محمد اسلم بیگ صاحب اسلام آباد کو زحمت دی گئی، کیونکہ ٹرپل ایم کے مقابلے میں ٹرپل ایم ہی مناسب جواب دے سکتے ہیں۔ شمارہ 600 میں یہ خط اختصار کے ساتھ پہلے ہی شائع کیا جا چکا ہے اور جواب بھی دیا جا چکا ہے۔ اب مکمل جواب ملاحظہ فرمائیں۔ اسے بھی مختصر کرنا پڑ رہا ہے، کیونکہ محترم پروفیسر محمد اسلم بیگ صاحب نے بہت وضاحت سے خط لکھا ہے۔ (مدیر)

آپ کے نام محترم پروفیسر بشیر احمد ساہی کا نوازش نامہ ملا، جواب حاضر ہے:

(1) حدود تو ہر رسالے کی ہوتی ہیں۔ خواتین کا اسلام کا تعلق خواتین سے ہے اور بچوں کا اسلام میں بچوں کی عمر اور ذہنی سطح کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اس کے باوجود دونوں رسالے جدید علوم، سائنسی ترقی اور کمپیوٹر کو اہمیت دیتے ہوئے قارئین کی علمی اور ذہنی وسعت کا سامان کر رہے ہیں۔ (وضاحت نکتہ نمبر 3 میں)

(2) اکابر پرستی کا الزام: حق پرست علما پر اہلِ بدعت کا یہی تو اعتراض ہے۔ دراصل اکابر سے محبت اور عقیدت اور چیز ہے اور اکابر پرستی اور۔ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ بچوں کا اسلام میں اکابر سے محبت کے نمونے تو جگہ جگہ نظر آتے ہیں، اکابر کی پوجا کہیں نہیں ملے گی۔ اکابر کا لفظ بزرگانِ دین اور سلف صالحین کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ساہی صاحب خود لکھتے ہیں، بچوں کا اسلام لکھنے اور پڑھنے والوں کا حلقہ اکابرینِ ملت سے وابستہ لوگوں کا حلقہ ہے۔

(3) اعتراض کیا گیا ہے کہ بہت ساری باتیں علمی اور تحقیقی اعتبار سے ناقص ہوتی ہیں۔ مثلاً روس میں دریاؤں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ ہے، یہ لاعلمی کی ایک مثال ہے۔ اس سلسلے میں ساہی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ اس بات کی تحقیق کے لیے اگر ہم انٹرنیٹ پر روس کی سرکاری ویب سائٹ (انوسٹ ڈاٹ جی او وی ڈاٹ آر یو) کھولیں تو لکھا نظر آئے گا کہ روس میں صرف ایسے دریا جن کی لمبائی دس کلومیٹر سے زیادہ ہے، ایک لاکھ بیس ہزار ہیں۔ گویا اس سے کم لمبائی والے دریا بھی شامل کر لیں تو تعداد کا اندازہ ساہی صاحب خود لگا لیں۔ ان معلومات کے ذریعے تو یہ کوشش کی گئی ہے کہ پڑھنے والے کنویں کے مینڈک نہ بن جائیں۔ یہ کس کی لاعلمی کی مثال ہے، یہ ساہی صاحب سوچ لیں:

(4) اعتراض: لکھنے والوں کی تحریروں سے تکبر ٹپکتا ہے۔ اس سلسلے میں ساہی صاحب نے لفظ ''ہم'' کو قابلِ اعتراض قرار دیا ہے۔ آج سے تقریباً 45 سال پہلے روزنامہ جنگ کے مشہور و معروف کالم ''وغیرہ وغیرہ'' میں ابراہیم جلیس مرحوم نے اپنا ایک پورا کالم لفظ ''میں'' اور ''ہم'' پر لکھا تھا۔ انھوں نے لفظ ''میں'' کو نامناسب قرار دیتے ہوئے لکھا تھا کہ اس سے تکبر کی بو آتی ہے اور ''ہم'' کی وکالت کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اس لفظ میں اجتماعیت ہے، یعنی اس طرح لکھنے والا پڑھنے والوں کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیتا ہے۔ مثلاً فرعون نے کہا تھا، انا ربکم الاعلیٰ: میں سب سے برتر خدا ہوں۔

بہر حال لکھنے والے میں اور ہم دونوں استعمال کر سکتے ہیں، اصل مسئلہ نیت کا ہے۔

(4) اعتراض: اکثر لکھنے والے اپنے گھر والوں

کی نیکیوں کا ذکر کرتے ہیں۔اس اعتراض میں اکثر کا لفظ لکھ کر مبالغے سے کام لیا گیا ہے۔اگر کسی نے کوئی اچھا کام کیا ہے یا کسی گھر کا ماحول اچھا ہے تو اسے زبردستی چھپانے کی بھی کیا ضرورت ہے۔اگر مقصد دکھاوا ہے تو ضرور یہ ناپسندیدہ ہوگا۔

(5) یہ نمبر سب سے اہم ہے۔اسی وجہ سے ساہی صاحب یہ خط لکھنے پر مجبور ہوئے ہیں۔اس میں محمد شاہد فاروق صاحب کا مضمون ''پہلا قدم'' پر اعتراضات ہیں۔ساہی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ سارا مضمون جدید تعلیم یافتہ لوگوں کے حوالے سے جاہلانہ تعصب اور طنز سے بھرا ہوا ہے۔یہ مضمون میں نے پڑھا ہوا تھا،لیکن اس اعتراض کے بعد اسے دوبار پھر پڑھا۔مجھے تو اس میں صرف ہلکا پھلکا مزاح محسوس ہوا ہے۔محترم ساہی صاحب کی طرح اللہ کی مہربانی سے مجھ سے بھی تین عدد ایم اے سرزد ہو چکے ہیں اور پروفیسر رہ چکا ہوں،لیکن یہ مضمون پڑھنے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی میں تو پاگل پن کے احساس سے محروم ہی رہا۔ایسے مزاحیہ مضمون کو ہلکے پھلکے انداز میں لینا چاہیے،نہ کہ اس انتہائی درجے سنجیدگی سے۔محمد شاہد فاروق تو خود بھی ماسٹر کی دو ڈگریاں رکھتے ہیں۔ایسے لوگوں کی تو حوصلہ افزائی کرنی چاہیے نہ کہ ان پر جاہلانہ تعصب کا الزام لگا دیا جائے۔اگر انھوں نے مذاق اڑایا ہے تو اپنا،نہ کہ دوسروں کا۔ویسے مجھے یہ جان کر تعجب کے ساتھ ساتھ خوشی بھی ہوئی کہ محترم ساہی صاحب نے اس عمر میں بھی مولویوں کے بارے میں سیکڑوں لطیفے یاد کیے ہوئے ہیں۔ان کی یادداشت قابلِ داد ہے۔

ساہی صاحب نے آپ سے درخواست کی ہے کہ خدارا! آیندہ بچوں کا اسلام کو اس قسم کے مضامین سے پاک رکھنا، اس بارے میں انھوں نے سورۃ الحجرات کی آیت کا حوالہ دیا ہے۔کاش وہ اس آیت کا ترجمہ بھی دیکھ لیتے۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو! کوئی قوم کسی سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔ایمان لانے کے بعد برا نام (رکھنا) گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں، وہ ظالم ہیں۔'' (سورۃ الحجرات آیت:11)

محترم ساہی صاحب کو بخوبی علم ہے کہ ''پہلا قدم'' محمد شاہد فاروق صاحب کی تحریر ہے اور پھلور اُن کے گاؤں کا نام ہے جیسے ساہی صاحب کے گاؤں کا نام چک نمبر 39 جنوبی ہے۔ ساہی صاحب نے اپنے خط میں چار مرتبہ اُن کا نام لکھا ہے اور چاروں مرتبہ ''پھلور صاحب'' ہی تحریر کیا ہے۔ ایک مرتبہ بھی ''محمد شاہد فاروق'' نام نہیں لکھا۔تو ایسے ہی جیسے میں ساہی صاحب یا بشیر احمد ساہی صاحب لکھنے کی بجائے ''چک نمبر 39 جنوبی صاحب'' لکھ دوں۔اپنا یہ نام پڑھ کر ساہی صاحب جیسے حساس دل رکھنے والے کے کیا تاثرات ہوں گے؟

اب آپ اُوپر دی گئی آیات کا ترجمہ ایک مرتبہ پھر پڑھ لیجیے!

اگرچہ خط طویل ہو رہا ہے، لیکن میری خواہش ہے کہ میں اسی سورۃ الحجرات کی مزید دو آیات کا ترجمہ بھی یہاں تحریر کروں۔

''اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔'' (آیت نمبر 12)

''اے ایمان والو! اگر کوئی بدکردار (فاسق) تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو۔پھر تمھیں اپنے کیے پر شرمندہ ہونا پڑے۔''

(6) اثر جون پوری صاحب کو آم کی بجائے کام کی بات کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔غالباً ساہی صاحب نے اثر جون پوری صاحب کا باقی کلام نہیں پڑھا۔روزنامہ اسلام اور ہفت روزہ ضربِ مومن میں ان کی غزلیں، نظمیں، حمدیہ اور نعتیہ اشعار شائع ہوتے رہتے ہیں۔ بچوں کا اسلام میں بھی تمام نظموں اور اشعار کا موضوع آم نہیں ہوتا۔بچوں کی دلچسپی کے لیے وہ عموماً آم کے موسم میں آم کو موضوعِ سخن بناتے ہیں جس سے بچے ہی نہیں بڑے بھی محظوظ ہوتے ہیں۔ویسے بھی ''بچوں کا اسلام'' میں زیادہ تر باتیں کام کی ہی ہوتی ہیں۔اس لیے اگر تھوڑی بہت تفریح بھی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بزرگوں کی تعظیم و تکریم کے ساتھ ساتھ اپنے سے چھوٹوں (عمر میں) کی عزت، ان کے اچھے کاموں کی تعریف اور اُن کی حوصلہ افزائی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

''بہت ساری باتیں'' ''اکثر لکھنے والوں'' ''سارا مضمون جاہلانہ تعصب اور حاسدانہ طرز سے بھرا ہوا ہے'' جیسے انتہا پسندانہ الفاظ استعمال کرنے کی بجائے اپنے مؤقف کو معتدل اور شائستہ انداز میں شستہ الفاظ کے ذریعے بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ میری ان دعاؤں پر آمین اور محترم ساہی صاحب ثم آمین کہہ دیں۔

اور اس کے ساتھ ان سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر یہ تحریر پڑھنے کے بعد اُن کے اعتراضات دور ہو گئے ہوں تو ''پہلا قدم'' اور ''دلچسپ معلومات'' لکھنے والوں سے معذرت کر لیں، کیونکہ کسی کا دل دکھانا اچھی بات نہیں۔(محمد اسلم بیگ۔ مکان: 251، سٹریٹ:35۔آئی ٹائن فور۔اسلام آباد)

کہانی کی کہانی

محمد اسلم گادی۔ شیخوپوری

السلام علیکم قارئین میں ہوں ایک کہانی۔ اُن بہت سی کہانیوں کی طرح جو آپ جیسے بے شمار لکھنے والوں کے قلم سے نکلتی ہیں۔ آیئے میری روداد سنیے!

میں ایک نوجوان ادیب کے قلم سے نکلی ہوئی ایک کہانی ہوں۔ میں اس کی پہلی کہانی ہوں اور مجھے لکھنے میں اس نے کافی محنت کی ہے یا یوں کہہ لیجیے کہ اپنا پورا زورِ قلم صرف کر دیا ہے۔ لٹھے جیسے سفید کاغذ پر کاغذ کے ایک طرف ایک لائن چھوڑ کر لکھی ہوئی میں پھولے نہیں سما رہی۔

نوجوان نے میرا میک اپ کیا یعنی نظر ڈالی اور پھر مجھے لفافے میں بند کر دیا۔ اپنے لکھنے والے کی نظرِ کرم پا کر میری شوخی سرور و نشاط میں بدل گئی اور میں اس کے ہاتھوں میں کھیلتی مچلتی لیٹر بکس میں کود گئی۔

لیٹر بکس میں گو کہ میرا قیام مختصر تھا، لیکن تکلیف دہ تھا۔ مجھے یہاں بہت گھٹن کا احساس ہوا۔ یہ ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی تھی جو میری لطیف طبیعت کے برعکس کم صاف اور بدصورت تھی۔ اس میں میرے علاوہ اور بہت سے خطوط تھے جو مختلف رنگ و سائز کے لفافوں میں ملبوس تھے۔ انھیں مختلف شہروں کی طرف روانہ ہونا تھا۔ یہاں میرا دم گھٹنے لگا، لیکن خدا کا شکر ہوا کہ ڈاکیا جلد آ گیا اور مجھے میرے سب ساتھیوں کے ہمراہ ڈاک خانے پہنچا دیا گیا۔

یہاں بیٹھے ایک صاحب بہت غصے میں دکھائی دیتے تھے۔ نہ جانے انھیں کیا سوجھی کہ انھوں نے ایک آہنی مہر کی مدد سے ہماری خوب مرمت شروع کر دی جس نے ہماری ہڈی پسلی ایک کر دی اور ہم نہ سمجھ سکے کہ ہمیں کس جرم کی سزا دی گئی۔

میری اگلی منزل جھنگ تھی۔ وہاں ایک بار پھر ہماری پٹائی شروع ہوئی، یعنی مہریں لگانے کا عمل ہوا اور ہماری چیخیں لفافوں کے اندر ہی گھٹ کر رہ گئیں۔

اب میری منزل بازار لوہاراں تھی۔ میرے ساتھ اور بہت سے ساتھی بھی تھے جو ملک کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے تھے۔ اب ہم ایک دفتر میں پہنچ چکے تھے۔ جہاں بہت سے خطوط اور کہانیاں ملک کے کونے کونے سے آئی ہوئی تھیں۔ یہ ایک خوب صورت ایئر کنڈیشنڈ کمرہ تھا، جو دفتر بچوں کا اسلام کے نام سے جانا جاتا تھا۔

یہاں موجود ایک بزرگ لفافے پھاڑ کر اُن میں سے خطوط، کہانیاں اور مضامین برآمد کر رہے تھے۔ میں سمجھ گئی کہ یہی اشتیاق احمد ہیں۔

میرے ساتھ بھی انھوں نے یہی سلوک کیا۔ میں لفافے سے باہر آئی تو ٹھنڈی ہوا کا جھونکا میری پیشانی سے ٹکرایا جس سے مجھے فرحت و تازگی کا احساس ہوا اور ساری تھکن دور ہو گئی۔ انھوں نے لفافوں سے برآمد کی گئی تحریروں کو اکٹھا کیا اور پہلے سے موجود تحریروں کے ڈھیر تلے ہمیں رکھ لیا۔ بوجھ کی زیادتی کی وجہ سے میرا دم گھٹنے لگا، لیکن محترم مدیر صاحب اس سے بے نیاز اپنے کام میں مشغول رہے۔ انھوں نے باری باری سب تحریروں کو پڑھنا شروع کیا۔ جب میری باری آئی تو میں ڈری سہی اُن کی طرف دیکھتی رہی کہ دیکھیں میرے بارے میں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ میں اُن کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگانے کی کوشش کرتی رہی۔ بالآخر انھوں نے مجھے میز کی ایک جانب رکھی ٹرے میں موجود تحریروں کے ایک چھوٹے ڈھیر میں شامل کر لیا۔ اس کا مطلب تھا کہ مجھے شمارے میں شامل ہونا تھا۔ میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ مجھے اب اس وقت کا انتظار تھا جب میں رسالے کا حصہ بنتی اور آخر وہ لمحہ بھی آن پہنچا۔

کمپوزنگ، ڈیزائننگ اور پرنٹنگ کے صبر آزما مراحل سے گزر کر ہم رسالے کی شکل پا چکی تھیں۔ مجھے صفحہ نمبر 13 پر جگہ ملی تھی۔ میرے ساتھ والے صفحے پر مسکراہٹ کے پھول اور جواہرات سے قیمتی تھے اور میری بیک سائیڈ پر آمنے سامنے کی مجلس لگی تھی، باقی کہانیاں، ناول، قدم بہ قدم سلسلہ، اثر جون پوری کی نظم مجھ سے کافی فاصلے پر تھیں۔ اثر جون پوری صاحب نے اس دفعہ پھر آم پر ایک خوب صورت نظم لکھی تھی جسے پڑھ کر خود میرے منہ میں پانی بھر آیا تھا۔ مجھے رنگین صفحے پر لگایا گیا تھا اور خرم صاحب نے میرے موضوع کی مناسبت سے ایک تصویر بھی بنائی تھی جس سے میرا حسن دوبالا ہو گیا تھا۔

O

”السلام علیکم! بھائی جان آپ کی کہانی چھپی ہے۔“ جاوید نے راحیل کو اطلاع دی تو وہ مارے خوشی کے اچھل پڑا۔

”کیا واقعی! مجھے یقین نہیں آ رہا۔“ راحیل نے خوشی سے تقریباً چیختے ہوئے کہا۔

”کہانی کے نیچے اپنا نام دیکھیے پھر آپ کو یقین آ جائے گا۔“ جاوید نے کہانی کے نیچے لکھا ہوا راحیل کا نام دکھاتے ہوئے کہا۔

”آہا! میرا خواب پورا ہو گیا۔ اب میں بھی ادیب بن سکتا ہوں۔“ راحیل فرطِ جذبات میں کہتا چلا گیا۔

”یا اللہ تیرا شکر ہے تو نے میری محنت رائیگاں نہیں جانے دی۔ میں ابھی مدیر صاحب کو شکریے کا خط لکھتا ہوں۔“ اور راحیل خط لکھنے بیٹھ گیا۔

میں اس کی خوشی دیکھ کر اور زیادہ خوش ہو گئی اور خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے میری وجہ سے ایک انسان کو مسرت عطا کی اور مجھے ردی کی بالٹی کی غذا بننے سے بچایا۔

محبت الٰہیہ کتب کا پیکیج

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

صفحات 374

محبتِ الٰہیہ

2 عورت کے بندے
3 فتنہ انکار حدیث
4 بدعات مروجہ
5 نماز میں مردوں کی غفلتیں
6 نفس کے بندے
7 نماز میں خواتین کی غفلتیں
8 اسلام میں ڈاڑھی کا مقام
9 مرض و موت
10 اصلاحِ خلق کا الٰہی نظام

اصل قیمت ~~750/=~~
رعایتی قیمت 450/=

منی آرڈر روانہ فرمائیں
ڈاک خرچ مفت

کتاب گھر

السادات سینٹر بالمقابل دار الافتاء والارشاد ناظم آباد نمبر 4، کراچی 75600
فون: 021-36688747,36688239
ایکسٹینشن: 211 موبائل: 0305-2542686

حفصہ سیماب۔ کراچی

بھکاری کیسے کیسے

یوں تو روزی کمانے کے بہت سے طریقے اس دنیا میں رائج ہیں مگر سب سے آسان اور منافع بخش ذریعہ گداگری کا پیشہ ہے۔ اس میں منافع ہی منافع ہے۔ خالی ہاتھ شروع کریں اور مالا مال ہو جائیں۔ ایسا ذریعہ جس میں آنے کی قوی امید ہوتی ہے اور جاتا کچھ بھی نہیں۔

جی ہاں! جب آپ صبح سویرے گھر میں بچوں کے ہنگامے چیخ و پکار اور بیگم سے لڑائی جھگڑے کے بعد بغیر ناشتا کیے دفتر کے لیے روانہ ہوتے ہیں اور بس اسٹاپ پہ بس کے انتظار میں ہوں تو ایک کراری سی آواز آپ کی سماعت سے ٹکراتی ہے:

”اللہ کے نام پہ دے دو بابا۔ دس روپے کا سوال ہے۔“ تو آپ کا موڈ جو کہ بحال ہونے کے لیے آمادہ ہو چلا تھا، پھر سے آف ہونا شروع ہو جاتا ہے اور جب آپ ہاتھ نچا کر ”معاف کرو بابا کے الفاظ ادا کرتے ہیں تو اس فقیر کی بھناتی ہوئی آواز آپ کے کانوں کو گرما جاتی ہے۔

”اونہہ غریبوں کے مال سے اپنے بچوں کا پیٹ پالتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔“

تو آپ یقیناً تلملا کے رہ جاتے ہوں گے۔ کچھ ایسا ہی معاملہ ایک بار ہمارے ساتھ بھی پیش آیا تھا۔ ہم ایک دن کہیں جا رہے تھے کہ ایک خاصی صحت مند سی عورت اپنے پانچ عدد بچوں کے ساتھ ناظم آباد کے کسی اسٹاپ پہ کھڑی کسی ماہر ٹریفک سارجنٹ کی مانند چاروں طرف اپنی گول آنکھیں گھما کر ”روٹی کا سوال ہے باجی“ کی آوازیں بلند کر رہی تھی۔ ہماری گاڑی رکتے ہی تیر کی طرح ہماری طرف آئی اور باجی کا نعرہ لگایا۔ ہم اس کی ضخامت سے مرعوب ہو چکے تھے۔ آواز بھی کسی تھانے دار کی طرح گرج دار تھی۔ ہم نے گڑبڑا کے پوچھا:

”فرمایئے! کیا کام ہے؟“ تو خاتون اکڑتے ہوئے بولی۔

”پانچ روپے کا سوال ہے باجی!“ ہم نے شیشہ بند کرتے ہوئے معاف کرو اماں کے الفاظ ادا کیے تو موصوفہ تلملا کے بولیں۔

”لے معاف کر دیا، کھڑی کر لے ان پانچ روپے سے بلڈنگ۔“ ہماری ناگواری شرمندگی میں تبدیل ہونے کے لیے پر تول رہی تھی کہ سبز بتی جل گئی اور ہماری گاڑی بھی چل پڑی۔ اس خاتون سے معاف کروا کے بلکہ بخشوا کے اطمینان سے بیٹھے یہ سوچ رہے تھے کہ یہ اسٹاپ شاید اس کے بھکاری والد نے جہیز میں اسے دیا ہوگا، تبھی تو اپنے حقوق کا برملا اظہار کرتے ہوئے پانچ بچوں کو لیے اطمینان سے گھوم رہی تھی۔ اسی طرح ایک دن ہمارے والد صاحب کہیں جا رہے تھے۔ ایک اسٹاپ پہ اترے تو دیکھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے حسب رواج بھیک مانگتے پھر رہے تھے۔ ایک بچہ دائیں بازو سے محروم بس کے قریب آیا اور بڑی دردناک آواز میں مانگنے لگا۔ تمام لوگوں نے دل کھول کے امداد دی جب کہ ابو جان کو اس کا انداز کچھ مشکوک سا لگا۔ انھوں نے اس بچے کو دائیں طرف سے پکڑ کے قریب کیا تو بچہ یوں اچھلا جیسے اس کے پیروں کے نیچے سپرنگ نکل آئے ہوں اور بچہ چھلانگ لگا کے سڑک کی دوسری طرف پہنچ گیا، لیکن جاتے جاتے ابو جان کا شک یقین میں بدل کر تبدیل کر گیا۔ دراصل اس بچے نے اپنا بازو بڑی مہارت سے قمیص کے اندر سینے سے چپکا رکھا تھا۔ پھر تو وہاں موجود سبھی لوگ اس چال باز بچے کو برا بھلا کہنے لگے جس نے اپنی چالاکی سے ان سب کو الو بنایا تھا اور اپنی جیب گرم کر لی تھی۔ کچھ تو حکومت کو نئے نئے القابات سے نواز کے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے لگے اور کچھ اپنی رقم یوں ضائع جاتی دیکھ کے حسرت سے آہیں بھرنے لگتے۔ ویسے تو ہر طرح کے بھکاری پائے جاتے ہیں مگر یہاں

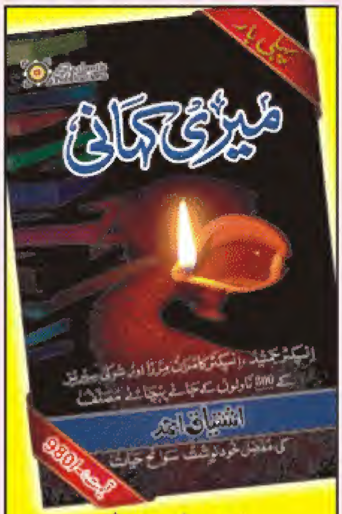

اشتیاق احمد کی اپنی کہانی۔
بچپن سے بلکہ ماں کی گود سے آج تک کی کہانی۔
آلو چھولے بیچنے والا، 66 روپے کی ملازمت کرنے والا۔ 800 ناولوں کا ملک گیر شہرت یافتہ مصنف کیسے بنا۔
فٹ پاتھ پر بیٹھ کر علیم چنے کھا کر لکھنے کا عمل اس نے کیسے جاری رکھا ؟ وہ کیسے کامیاب پبلشر بنا ؟
پے در پے ناکامیوں کا سفر کامیابی کے سفر میں کیسے تبدیل ہوا ؟ غموں کے پہاڑ جب اس پر ٹوٹے، پریشانیوں کی آندھیوں نے جب اسے بار بار جھنجوڑا تو اس پر کیا بیتی ؟

... پہلی بار ...!!
اشتیاق احمد کی اپنی کہانی۔

میری کہانی

530 صفحات، سفید کاغذ، مجلّد
دیدہ زیب گرد پوش کے ساتھ،
اصل قیمت 980 روپے
براہِ راست ہم سے منگوانے پر
صرف 660 روپے
کراچی فون نمبر: 021-34268800
موبائل نمبر: 03002472238
اٹلانٹس پبلیکیشنز
A-36 Eastern Studios,
B-16 S.I.T.E, Karachi.

آپ کی آسانی کے لیے چند اقسام حاضر ہیں۔ ہمارے پیارے پاکستان میں اب تک بھکاریوں کی کئی اقسام دریافت ہو چکی ہیں۔

(1) روزمرہ بھکاری: یہ بھکاریوں کی وہ قسم ہے جو انتہائی محنتی ہے اور آج کا کام کل پہ کسی طرح چھوڑنے پہ تیار نہیں۔ بقول ان کے بانی پاکستان کا تو ایک ہی نعرہ تھا، کام کام اور بس کام۔ اب ان کے اس نعرے کو عملی جامہ کوئی تو پہنائے گا۔

(2) ہفت روزہ بھکاری: یہ وہ لوگ ہیں جو ایک دن میں اتنا کما لیتے ہیں کہ باقی کا پورا ہفتہ آسانی سے گھر بیٹھے کھاتے ہیں۔ ہفتے کے بعد پھر مانگنے آجاتے ہیں۔

(3) ماہانہ بھکاری: یہ وہ بھکاری بھکارنیں ہیں جو گاؤں، دیہاتوں اور قرب و جوار کی کچی بستیوں سے آتی ہیں۔ ہر چیز بخوشی لینے پہ تیار ہو جاتی ہیں۔ مثلاً کپڑا، جوتا، برتن، آٹا، دالیں پیسے، گویا لکڑ ہضم، پتھر ہضم والی مثال ان پہ صادق آسکتی ہے۔

(4) سالانہ بھکاری: یہ وہ بھکاری ہیں جو ملک کے چاروں اطراف سے رمضان المبارک میں کراچی یوں بھاگے آتے ہیں جیسے شہد کی مکھیاں اپنے چھتے کی طرف۔ ہر بھکاری کا ایک مخصوص علاقہ ہے اور چھوٹے بھکاری بڑے بھکاریوں سے کوئی پل یا بس اسٹاپ کرایے پہ لے لیتے ہیں یا کوئی علاقہ ٹھیکے پہ لے لیا جاتا ہے اور روزانہ کی آمدن کا 40 فیصد حصہ بطور کرایہ ادا کرتے ہیں۔

(5) پیشہ ور بھکاری: یہ وہ عظیم بھکاری ہیں جو نہ گرمی دیکھتے ہیں نہ سردی، نہ بہار دیکھتے ہیں، نہ برسات۔ بس اپنے عظیم مشن کے لیے اندھے لنگڑے یا کوئی بھی گر اختیار کر کے روزانہ اچھا خاصا کما لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی روزانہ کی آمدن دس ہزار تک جا پہنچتی ہے۔ گرمیوں میں مہنگی سے مہنگی آئس کریم اور سردیوں میں مچھلی اور مونگ پھلی کے بغیر گھر جانا عظیم بے وقوفی اور اپنے بچوں سے لاپروائی خیال کرتے ہیں اور روزانہ کی جھڑکیوں کو گرمیوں میں نمکین اور سردیوں میں سویٹ ڈش کے طور پر بڑے آرام سے ہضم کر لیتے ہیں۔

کتنے عظیم ہیں وہ بھکاری جو اپنی شبانہ روز محنتوں اور غریب عوام کے خون پسینہ کی کمائی سے اپنے گھر والوں کو ٹیلی ویژن جیسی خرافات سے با آسانی مالا مال کر سکتے ہیں۔ بھکاریوں کی اور اقسام پر بھی ریسرچ جاری ہے۔ اگر ہمارے حکمرانوں کی یہی روش رہی تو امید ہے کہ آیندہ چند سالوں میں بھکاریوں کی اور بھی نئی نئی مزیدار قسم کی اقسام سامنے آجائیں گی۔

بقیہ: آندھی ہو یا طوفان

اذان اس قدر پابندی سے کون دے جاتا ہے، دن ہو یا رات، آندھی ہو یا طوفان، امن ہو یا فساد، دور ہو یا نزدیک، ہر زمانے میں شہر شہر، گلی گلی، قریہ قریہ، چھوٹی بڑی، کچی پکی مسجدیں اسی مُلّا کے دم سے آباد تھیں، جو خیرات کے ٹکڑوں پر مدرسوں میں پڑھا تھا، اور در بدر کی ٹھوکریں کھا کر گھر بار سے دور کہیں اللہ کے کسی گھر میں سر چھپا کر بیٹھ رہا تھا، اس کی پشت پر نہ کوئی تنظیم تھی نہ کوئی فنڈ تھا نہ کوئی تحریک تھی، ماحول کی بے حسی اور معاشرے کی بے فکری کے باوجود اس نے نہ اپنی وضع قطع کو بدلا، اور نہ ہی اپنے لباس کی مخصوص طرز کو چھوڑا، اپنی طاقت اور دوسروں کی توفیق کے مطابق اس نے کہیں دین کا شعلہ، کہیں دین کی شمع، کہیں دین کی چنگاری روشن رکھی، یہ مُلّا ہی کا فیض تھا کہ کہیں کام کے مسلمان، کہیں نام کے مسلمان، کہیں نصف نام کے مسلمان، ثابت و سالم و برقرار رہے، برصغیر کے مسلمان مُلّا کے اس احسان سے الگ نہیں ہو سکتے، جس نے کسی نہ کسی طرح ان کے اسلامی حلیے کو ہر دور اور ہر زمانے میں قائم رکھا۔"

آج میں واقعتاً اپنے آپ کو اس مُلّا کے احسانات تلے دبا ہوا محسوس کر رہا تھا... کچھ ہی دیر میں فضا اللہ اکبر کی صداؤں سے گونجنے لگی... آج اذان کے ایک ایک لفظ کے ساتھ میرا وجود لرز رہا تھا... اور میں نے اپنی گاڑی کا رخ مسجد کی طرف کر لیا...

صرف غذا ہی کمزوری ختم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے

میزان 24

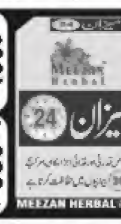

وزن 400 گرام
قیمت 850 روپے

خالص قدرتی اور غذائی اجزاء سے تیار کیا گیا میزان 24 ایک ایسا مرکب ہے جو جسم کے تمام اعضاء کو طاقت دے کر آپ کو صحت مند، توانا اور جاذب نظر بناتا ہے، بھوک اور نیند کی کمی کو پورا کر کے جلد تھکاوٹ کا احساس ختم کرتا ہے۔ نیا اور صاف خون پیدا کر کے چہرے کو بارونق بناتا اور آنکھوں کے گرد سیاہ داغ ختم کرتا ہے، دماغی اور اعصابی قوت پیدا کر کے حافظہ اور نظر کو بھی تیز کرتا ہے، معدہ اور جگر کی اصلاح کر کے بیماریوں سے لڑنے کیلئے قوت مدافعت پیدا کرتا ہے، نیز گیس، قبض، سانس کی تنگی اور پیشاب کے جملہ امراض میں بھی بے حد مفید اور مؤثر ہے۔ جن بچوں اور جوانوں کا قد یا نشوونما کسی بیماری کے باعث رُک گئی ہو وہ ایک بار ضرور آزمائیں معتدل مزاج اور خوشگوار ذائقہ کی بدولت ہر عمر اور موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ شوگر کے مریض شوگر فری طلب کریں

دل کا بائی پاس مت کروائیں

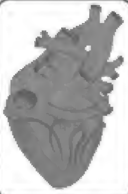

صرف ایک بار میزان 14 استعمال کریں

شہد سبزیوں اور مقوی اجزاء سے تیار کی گئی میزان 14 دل کی شریانوں کی تنگی کو ختم کر کے بند والو کو کھولنے والی دنیا کی سب سے کامیاب اور بے ضرر ہربل پروڈکٹ ہے بڑھے ہوئے کولیسٹرول کو اعتدال پر لا کر دل کو طاقت دیتی ہے۔ بے مثال اور حیرت انگیز نتائج کی حامل یہ پروڈکٹ۔ موٹاپا، سانس کا پھولنا جوڑوں کے درد، بلڈ پریشر، فالج، لقوہ، ملیریا بخار اور بواسیر میں بھی بے حد مؤثر ہے۔

قیمت 1450
مقدار 700 ملی لیٹر

اجزاء: شہد، ادرک، لہسن، لیموں، سرکہ سیب مروارید، زہر مہرہ، ورق طلائی، عنبر اشہب

مزید مشورہ / کاروباری رابطہ یا براہ راست منگوانے کیلئے

میزان ہربل
افشار روڈ نزد دولت گیٹ ملتان
حکیم غلام رسول
(40 سالہ تجربہ کار معالج، ماہر نسخہ ساز)
0312-1624556
پاکستان بھر سے ڈیلرز درکار ہیں

● 0321-2682667 ● 0300-7382825
● 0300-2548293 ● 0302-3558110
● 0300-3119312 ● 0333-4985886
● 0307-2100345 ● 0300-6668972
● 0344-8282359 ● 0345-7000088
● (AK) 0312-8006622 ● 0322-5420834
● 0342-7323604 ● 0333-5179523
● 0992-335900 ● 0311-0981002
● 0334-9624448 ● 0322-9814004
● 0333-6037718 ● 0300-8393627
● 0315-8701970 ● 0333-6756493
● 0333-6031077 ● 0300-7734614
● حافظ اظہر مین بازار چشتیاں 0321-6989035 ● 0307-6679957

آمنے سامنے

☆ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ: خاص شمارہ، خاص الخاص تحریروں سے سجایا گیا ہے۔ ظفر منصور کی ایک مردِ درویش سے ملاقات نے ایمان تازہ کر دیا۔ اثر جون پوری کی نظم کی خوبی یہ ہے کہ ایک ہی نظم میں 600 شمارے مکمل ہونے کی مبارک باد بھی دے دی، شادی کے چھوہارے بھی بانٹ دیے اور مدیر کے بھائی کے انتقال کی تعزیت بھی کر دی۔ سارہ الیاس خوب سے خوب تر کی طرف رواں دواں ہیں۔ داستان زندگی کی بہت اچھی لگی، البتہ بچوں کے حساب سے مشکل تھی۔ ماوراء گل نے بڑے قرینے سے ثابت کیا کہ باادب بانصیب اور بے ادب بے نصیب، حافظ محمد سرفراز اب ٹیکسلا کے ہاسٹل میں مزے لے رہے ہیں، کبھی کھوٹ کی بسوں میں سفر کرتے تھے۔ ان کا شکریہ، انھوں نے مزوں میں ہمیں بھی شامل کر لیا۔ حافظ عبدالرزاق کا کتابی کردار ایک مثالی کردار ہے۔ شازیہ نور کے سائبان والی حالت بہت سے گھروں میں پائی جاتی ہے۔ ف ک انصاری کی معصوم امنگیں میں چھوٹے بچوں کے لیے دلچسپی کا کافی سامان تھا۔ محمد نصیر ہزاروی کی کہانی فیل ہونے سے پہلے اس شمارے کی آخری کہانی ہے، لیکن حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔ میری نظر میں یہ ایک انعامی کہانی بھی ہے۔ فیل اور پاس کے ذکر پر کس قیامت یہ پرچے یاد آ گئی۔ ساتھ ہی خیال آ گیا کہ اس پر دوسروں کو کچھ کہنا چاہیے۔ (پروفیسر محمد اسلم بیگ۔ اسلام آباد)

ج: کس قیامت کے یہ پرچے واقعی قیامت کے تھے۔

☆ شمارہ 600 کا سرورق بہت زبردست تھا۔ دو باتیں میں آپ نے حسبِ معمول سو باتیں کیں۔ کس قیامت کے یہ پرچے اول نمبر پر رہی۔ بہت ہنسی آئی، سبق بھی حاصل ہوا۔ زندہ کی موت، ہاسٹل دوسرے اور تیسرے نمبر پر رہیں۔ نیوز چینل پڑھ کر لگتا ہے، محمد شاہد فاروق کا دماغ بہت تیز ہے۔ نیل کی دلہن پڑھ کر حسرت جاگ اٹھی کہ کاش ہم بھی اس دریا کو دیکھ سکیں۔ مولانا محمد ہاشم صاحب سے درخواست ہے کہ اس کے بعد ترکی کا سفرنامہ بھی لکھیں۔ (زہرہ امین۔ راولپنڈی)

ج: آپ کی درخواست وہ پڑھ ہی لیں گے۔ آمنے سامنے پڑھتے ہیں۔

☆ انکل! آپ سے گزارش ہے کہ ختمِ نبوت نمبر شائع کریں۔ معلومات حاضر ہیں۔ (محمد حذیفہ حیدر۔ پنج گرائیں)

ج: اعلان کیا جا چکا ہے۔

☆ خاص شمارہ واقعی خاص تھا۔ میرے خیال میں یہ شمارہ سابقہ تمام خاص شماروں کی مقبولیت کا ریکارڈ توڑ دے گا۔ آپ کی دو باتیں "ایویں" نامہ تھیں، کیونکہ اس میں ایویں کا لفظ چار مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔ حافظ عبدالجبار کے دادا ابو کہانی میں کود پڑے، ورنہ اس مرتبہ ہم مسٹر کلیم کو چھٹی لگانے والے تھے۔ ایک مردِ درویش صرف ظفر منصوری ہی کے نہیں، ہم سبھی کے ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں، مردِ درویش ایک قندیل لیے آ رہے ہیں جو نہ صرف افغانستان کو بلکہ پوری دنیا کو روشن کر دے گی۔ پروفیسر محمد اسلم بیگ صاحب نے بہت سے پرچے دیکھے ہیں، لیکن لگتا ہے، انھوں نے ہمارا پرچہ "اردو بے ادب" نہیں دیکھا۔ محسن منظور نے معمہ حل کر دیا۔ آئن سٹائن اگر ان کا مضمون پڑھ لیتا تو شاید مسلمان ہو جاتا۔ شازیہ نور کی کہانی نے رنجیدہ کر دیا۔ چند لمحوں کے لیے میرا قلم کچھ لکھنے سے رک گیا۔ پھر تصویر کی دھمکی سے گھبرا کر چلنے لگا۔ حفصہ سیماب نے آزادی کی قیمت بہت اچھے انداز میں تحریر کی، بہت خوب! داستانِ زندگی کی داستانِ غم تھی، رلا ہی دیا، حسن سرفراز نے چند لمحوں کے لیے ہمیں بھی ہاسٹل میں پہنچا دیا۔ ہاسٹل فطری مزاح پر تحریر تھی۔ ماوراء گل کی ادب ہے قرینہ بھی بہت عمدہ تھی۔ حافظ عبدالرزاق نے کتابی کردار میں اچھا کردار ادا کیا اور آخر میں فیل ہونے سے پہلے ہی محمد نصیر ہزاروی نے خاص شمارے کو چار چاند لگا دیے۔ لطائف پہلی مرتبہ کام کے تھے۔ خوب ہنسی آئی۔ خلاصہ یہ کہ شمارہ کبھی ہنساتا، کبھی رلاتا رہا، واہ میرے مالک کیسا زمانہ آ گیا۔ (انجینئر آصف مجید۔ لاہور)

ج: کہانیاں پڑھنے کے ساتھ ساتھ تبصرہ لکھیں گے تو ایسا ہی زمانہ آئے گا نا!

☆ برادرِ مکرم! بندہ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مرحوم کا چھوٹا بھائی اور مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی صدر شعبہ الدعوہ والا ارشاد کا بڑا بھائی ہے۔ بندہ بچوں کا اسلام کا مستقل قاری اور آپ کی ادارت کا مداح ہے۔ واقعات صحابہ کے قدم بہ قدم میں آپ ہر واقعے کے بعد کتاب کا حوالہ دے دیا کریں تو بہت بہتر رہے گا۔ 19 محرم کے رسالے میں حوالہ جات کی کمی شدت سے محسوس ہوئی، کیونکہ یہ واقعات حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی منقبت میں تازہ اشعار ارسال ہیں۔ (پروفیسر میاں محمد افضل ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات۔ ساہیوال)

ج: آپ کا تفصیلی خط پڑھ کر بے پناہ خوشی ہوئی۔ آیندہ حوالہ جات کا دھیان رکھوں گا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ کے لیے دعا گو ہوں۔ آپ نے خط میں جن بزرگوں کا ذکر فرمایا، میں ان سبھی کا عقیدت مند ہوں۔ مولانا محمد امین اوکاڑوی مرحوم صاحب سے تو میری ملاقات بھی رہی ہے۔ ایک مرتبہ انھوں نے میری دعوت پر غریب خانے پر کھانا بھی کھایا تھا۔ آپ کا بے حد شکریہ!

☆ بچوں کا اسلام کا قاری تو شروع ہی سے ہوں مگر تبصرہ کبھی نہیں کیا۔ اس بار مجبور ہو گیا۔ خاص شمارہ زبردست رہا۔ آپ کی دو باتیں پڑھے بغیر کبھی ناشتا کیا ہی نہیں۔ آپ کی دو باتیں کو نہ سراہنا ناانصافی ہوگی۔ حافظ عبدالجبار سیال کی دادا ابو بہترین تھی۔ ظفر منصور کی ایک مردِ درویش لاجواب ہے۔ اثر جون پوری صاحب ہمیشہ کی طرح اشعار میں پیغام دے گئے۔ پروفیسر محمد اسلم بیگ کس قیامت کے پرچے میرے نام آئے، بہت منفرد اور بہترین تحریر لکھنے میں کامیاب رہے۔ مزاح کے ساتھ اس تحریر میں پیغام بھی تھا۔ سارہ الیاس کی تحریر بھی منفرد تھی۔ واقعات صحابہ کے قدم بہ قدم کی تعریف کرنا تو سورج کو چراغ دکھانا ہے، فوزیہ خلیل نے بہت اچھی کوشش کی۔ بچوں کا اسلام کی عدالت کا فیصلہ دل کو بھا گیا۔ حافظ حمزہ شہزاد کی زندہ کی موت زبردست لگی۔ مسکراہٹ کے پھول بھی اچھے تھے۔ مسکراتے رہے۔ ماوراء گل کی کہانی ادب ہے قرینہ لاجواب تھی۔ ہاسٹل محمد حسن سرفراز کی اچھی کوشش ہے۔ نیوز چینل بھی اچھا تھا۔ کتابی کردار حافظ عبدالرزاق نے بہترین تحریر لکھی۔ مولانا ہاشم صاحب چھپے رستم ہیں، یقین نہیں آتا کہ مولانا اتنا اچھا لکھ سکتے ہیں۔ میری رائے ہے کہ ان سفرناموں کو کتابی شکل دی جائے۔ معمہ، سائبان، تصویر کی دھمکی اور آمنے سامنے بہترین تھیں۔ آزادی کی قیمت، معصوم امنگیں، حالتِ زار، فیل ہونے سے پہلے، سبھی تحریریں غضب کی تھیں۔ پورا کا پورا خاص شمارہ اپنی مثال آپ تھا۔ (ڈاکٹر ناصر الدین سید۔ کراچی)

ج: مولانا محمد ہاشم صاحب کو یہ مشورہ میں بھی دے چکا ہوں، ان شاء اللہ ایسا ہوگا۔ دوسری بات یقین تو کرنا ہی پڑے گا۔

☆ 600 میں آپ کی دو باتیں پڑھی تو قلم اٹھا لیا، ہر بار کی طرح ماشاءاللہ یہ شمارہ بہت خوب صورت تھا۔ دو باتیں بھی بہت عمدہ تھیں۔ واقعات صحابہ کے قدم بہ قدم کے تو کیا ہی کہنے۔ اثر جون پوری صاحب کی نظم بہت ہی اچھی تھی۔ آپ کا ناول تصویر کی دھمکی بہت سنسنی خیز ہے۔ نیوز چینل بھی خوب رہا۔ کس قیامت کے پرچے میرے نام بہت پسند آئی۔ لگتا ہے، پروفیسر صاحب نے ساری زندگی میں چیک کیے ہوئے پرچوں کی روداد لکھ ڈالی۔ مردِ درویش خوب تھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے محمد عمر مجاہد کی حفاظت فرمائے اور عمر دراز فرمائے اور ہمیں بھی ان جیسا حکمران نصیب فرمائے۔ آمین۔

(محمد انیس الرحمٰن حسینی۔ بورے والا)

ج: آپ کا انداز خوب ہے۔ پروفیسر صاحب کو بھی پسند آئے گا۔

☆ 600 شمارہ آیا، طبیعت کو خوش کر گیا۔ بچوں کا اسلام کی تعریف کرنا چھوٹا منہ اور بڑی بات والی بات ہے۔ لکھنے والے ایک سے بڑھ کر ایک ہیں، البتہ اس شمارے میں سوچ کا سمندر جیسی کہانی کی کمی شدت سے محسوس ہوئی۔ داستانِ زندگی کی، احساس سے عاری لوگوں کے لیے ایک زبردست جھٹکا ہے۔ اس شمارے میں تقریباً 10 اشتہارات تھے، یہ ایک معقول تعداد ہے۔ اشتہارات کے بغیر بھی تو کوئی گزارا نہیں۔ (محمد طیب طاہر چغتائی۔ فیصل آباد)

ج: سوچ کا سمندر اس مرتبہ خود سوچ میں ڈوبا رہا۔

☆ شمارہ 600 خاص شمارے کی دو باتیں "ایویں" نہیں تھیں۔ مکمل رسالہ پڑھ لیا۔ پروفیسر اسلم بیگ کے مضمون نے بہت ہنسایا۔ ویسے ہم نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ ہاسٹل نے خوب ہنسایا۔ 600 شمارے ہو گئے۔ انکل اثر سچ بتائیے گا، آپ کیا کھاتے ہیں۔

(سویرا چوہدری۔ ملتان)

ج: یہ تو آپ مجھ سے پوچھ لیں۔ آم کھاتے ہیں۔

پانی کب اور کیسے؟

انجینئر آصف مجید۔ لاہور

’’او جناب جی ... آپ نے تو ہمارا پانی ہی بند کر دیا ہے ... آنتیں خشک ہو گئی ہیں ... حلق سوکھ کر کانٹا ہو گیا ہے ... ہائے اللہ اب کیا کریں؟‘‘ یہ میسج تھا کراچی سے ف ح ... خ دڈ کا ...

جھنگ سے میسج آیا محمد حنیف صاحب کا ...
ماشاء اللہ آپ کا مضمون ’’نہار منہ پانی‘‘ بہت خوب تھا، لیکن یہ تو بتا دیں کہ پانی کس وقت پینا زیادہ مناسب ہوگا ...‘‘

لو جی! میں کوئی حکیم ہوں ... اور سنیں! راولپنڈی سے فون آیا ... پاک آرمی کے ایک صاحب محمد احسن زمان صاحب کا ... کہنے لگے کہ میں نہار منہ پانی پیتا تھا، آپ کا مضمون پڑھ کر چھوڑ دیا ہے ... پھر کہنے لگے ... ویسے محترم یہ بتائیں کہ صبح کو پھر کیا کھانا یا پینا چاہیے ...

میں نے کہا، ’’بہت آسان حل ہے ... مفید بھی، لذیذ بھی اور طاقت کا خزانہ بھی ...‘‘

دو باتیں ہیں ... مدیر صاحب والی نہیں ... بلکہ اطباء والی ...

صبح نہار منہ پانی میں شہد ملا کر پئیں۔ یہ سنت بھی ہے۔ سنت عادیہ!

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے ... ہمارے ایک عزیز بزرگ کہنے لگے کہ نہار منہ پانی پینا سنت ہے ... موصوف خیر سے ڈاکٹر بھی ہیں ... حیوانات کے ڈاکٹر ... میں نے کہا ہرگز نہیں ... سنت نہیں ہے ... کہنے لگے، ہے سنت ... ’’اسوۂ رسول اکرم‘‘ میں لکھا ہوا ہے ...

میں نے کہا دکھاؤ حوالہ ... وہ گھر گئے اور کتاب اٹھا لائے ... میں نے کہا کہ اگر اس میں نہ ہوا تو کتاب ضبط کر لوں گا ... ہنس کے کہنے لگے کہ ٹھیک ہے ... سخی آدمی ہیں محبت والے، انھیں بھی پتا ہے کہ میں کتاب پڑھوں گا تو انھیں ثواب ملے گا ...

میں نے کتاب کھولی ... ساری کتاب چھان ماری، کہیں نہیں لکھا تھا کہ نہار منہ پانی پینا سنت ہے ... چنانچہ کتاب ضبط!

ہاں البتہ ایک بات لکھی تھی، وہ آپ بھی ملاحظہ فرمالیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد میں پانی ملا کر نوش فرمایا ہے اور علی الصبح نوش فرماتے تھے اور جب اس پر کچھ وقت گزر جاتا اور بھوک محسوس ہوتی تو جو کچھ کھانے کی قسم کا موجود ہوتا تناول فرماتے۔ (اسوہ رسول اکرم صفحہ 124 بحوالہ: مدارج النبوہ)

تو محترم قارئین جن حضرات کو نہار منہ پانی پینے کی عادت ہے، وہ اس عادت کو سنت سے بدل لیں۔ مسئلہ ہے آسان، نہ ہوں پریشان۔

باقی رہی یہ بات کہ پانی کب اور کتنا پینا چاہیے؟ اس کا جواب بہت سادہ اور مختصر ہے اور وہ ہے ’’بوقتِ ضرورت بقدرِ ضرورت۔‘‘

جس طرح زیادہ کھانا صحت کے لیے مضر ہے، اسی طرح زیادہ پانی پینا بھی صحت کے لیے مضر ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’زیادہ نہ کھاؤ ورنہ زیادہ پانی پیو گے، پھر زیادہ نیند آئے گی تو زیادہ سوؤ گے جس کی وجہ سے زیادہ خسارے میں رہو گے۔‘‘

کہتے ہیں کہ ستر حکیموں کا اس پر اتفاق ہے کہ زیادہ پانی پینے سے زیادہ نیند آتی ہے اور زیادہ سونے سے طبیعت میں سستی بھی پیدا ہوتی ہے۔‘‘ (فضائل صدقات حصہ دوم صفحہ 486)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ’’طب نبوی‘‘ میں فرماتے ہیں:

’’نہار منہ پانی پینا اور تازہ پھل کھانے کے بعد پانی پینا مناسب نہیں۔‘‘ (طب نبوی صفحہ 492)

اب دوسری بات:۔ فقیہ العصر رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے وعظ ’’مردوں کی نماز میں غفلتیں‘‘ میں فرماتے ہیں کہ صبح نہار منہ ایک خشک لقمہ کھا لیں تو وہ ایک لاکھ مرغ مسلّم سے بہتر ہے (یعنی ایک لاکھ مرغ روسٹ کھانے سے اتنی طاقت نہیں آئے گی جتنی طاقت علی الصبح ایک خشک لقمہ چبانے سے آئے گی) اس کی وجہ یہ ہے کہ صبح کو کوئی خشک چیز تھوڑی سی کھائیں گے تو وہ معدے کی رطوبت کو جذب کرے گی اور جب معدے کی رطوبت جذب ہو گی، تو معدہ صحیح رہے گا اور جس کا معدہ صحیح رہے گا، اس کی تمام قوتیں بحال رہیں گی۔ معدہ ہر بیماری کا گھر ہے اور زیادہ کھانے پینے سے پرہیز کرنا، یہ ہر دوا کی بنیاد ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ خود نہار منہ چنے چبایا کرتے تھے۔

اب ذرا حکیم اجمل شاد صاحب کی سنیے، تاکہ آپ کی طبیعت صاف ہو جائے۔

’’پانی کی زیادتی سے جسم میں بلغم بڑھ جاتا ہے۔ بلغمی امراض پیدا ہوتے ہیں اور غذا مکمل طور پر خون میں تبدیل نہیں ہوتی۔ اعضاء رئیسہ پر بوجھ پڑتا ہے۔ مختلف قسم کے امراض مثلاً تھکن، اعصابی امراض، شوگر، جوڑوں کا درد اور ورموں کا بڑھ جانا جنم لیتے ہیں، ہاں البتہ کسی ایک شکل میں تھوڑا بہت فائدہ صفراوی امراض کے لوگوں کو ہو سکتا ہے، لیکن یہ طبیب بتائے گا کہ صفراوی مرض کسے لاحق ہے۔

خلاصہ یہ کہ زیادہ پانی پینے کے نقصانات زیادہ ہیں اور فائدے کم۔ (حکیم صاحب کی مہر کے ساتھ آج کا مضمون ختم)

بچوں اور نوجوانوں کے لیے منفرد ہفتہ وار انگریزی میگزین

The TRUTH

Subscription Charges

Rs. 1200 for 1 Year (52 Issues — 4 issues free)
Rs. 600 for 6 months (26 Issues — 2 issues free)
Rs. 300 for 3 months (13 Issues — 1 issue free)

Bank Account: The Truth Intr. Current A/c no. 0184-0100310268
Meezan Bank Gulshan-e-Maymar, Karachi

کراچی: 0334-3372304 | حیدر آباد: 0300-3037026
لاہور: 0300-4284430 | سرگودھا: 0321-6018171 | سکھر: 0300-9313528
فیصل آباد: 0333-4365150 | راولپنڈی: 0321-5352745 | ملتان: 0305-8425669
پشاور: 0314-9007293 | کوئٹہ: 0321-8045069

پرانے شمارے بھی منگوائے جا سکتے ہیں

سبسکرپشن اور دیگر معلومات کیلئے مرکزی رابطہ
دی ٹرتھ 4-G-1/11 ناظم آباد نمبر 4 کراچی
0322-2740052, 021-36881355

www.thetruthmag.com | info@thetruthmag.com